REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

جلد ۳۹   شمارہ ۳۶

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- عبدالحق فضل

نائب:- قریشی محمد فضل اللہ

شرح چندہ
سالانہ ۶۰ روپے
ششماہی ۳۰ روپے
ممالک غیر بذریعہ بحری ڈاک ۲۵۰ روپے
فی پرچہ:- ایک روپیہ ۲۵ پیسے

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان ۱۳-۹-۱۹۹۰ء

۲۳ صفر ۱۴۱۱ ہجری   ۱۳ تبوک ۱۳۶۹ ہش   ۱۳ ستمبر ۱۹۹۰ء

بفضل اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔
احباب کرام حضور انور کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، خصوصی حفاظت اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی کے لئے تواتر کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں۔

دُعا میں بڑی تاثیریں ہیں!

کوئی کیسا ہی گناہوں میں غرق ہو، دُعا اُس کو بچالے گی

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"جو لوگ اِس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں اُن کو سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ مَیں اُن کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ دُعا ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کرسکتی ہے اور مُردہ کو زندہ کرسکتی ہے۔ اس میں بڑی تاثیریں ہیں۔ جہاں تک قضا و قدر کے سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہُوا ہے کوئی کیسا ہی معصیت میں غرق ہو دُعا اُس کو بچالے گی۔ اللہ تعالیٰ اُس کی دستگیری کرے گا۔ اور وہ خود محسوس کرے گا کہ مَیں اب اَور ہوں۔ دیکھو جو شخص مسموم ہے کیا وہ اپنا علاج آپ کرسکتا ہے۔ اس کا علاج تو دُوسرا ہی کرے گا۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے تشہیر کے لئے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ اور مامُور کی دُعائیں تطہیر کا بہت بڑا ذریعہ ہوتی ہیں۔

دُعا کرنا اور کرانا اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ دُعا کے لئے جب درد سے دِل بھر جاتا ہے اور سارے حجابوں کو توڑ دیتا ہے اُس وقت سمجھنا چاہیئے کہ دُعا قبول ہوگئی۔ یہ اسمِ اعظم ہے۔ اس کے سامنے کوئی اَن ہونی چیز نہیں ہے۔ ایک خبیث کے لئے جب دُعا کے ایسے اسباب میسر آجائیں تو یقیناً وہ صالح ہو جاوے۔ اور بغیر دُعا کے وہ اپنی توبہ پر بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ بیمار اور محجُوب اپنی دستگیری آپ نہیں کرسکتا۔ سُنّت اللہ کے موافق یہی ہوتا ہے کہ جب دُعائیں انتہا تک پہنچتی ہیں تو ایک شُعلہ نور کا اس کے دِل پر گرتا ہے جو اُس کی خباثتوں کو جلا کر تاریکی دُور کر دیتا ہے۔ اور اندر ایک روشنی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ طریق استجابتِ دُعا کا اثر رکھتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲۱ - ۱۲۲)

"ساری عُقدہ کُشائیاں دُعا کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں بھی اگر کسی کی خیر خواہی ہے تو کیا ہے، صرف ایک دُعا کا آلہ ہی ہے جو خدا نے ہمیں دیا ہے۔ کیا دوست کے لئے اور کیا دُشمن کے لئے۔ ہم سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ نہیں کرسکتے۔ ہمارے بس میں ایک ذرّہ بھر بھی نہیں ہے۔ مگر جو خُدا ہمیں اپنے فضل سے عطا کر دے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۷۱)

"اللہ جلشانہٗ نے جو دروازہ اپنی مخلُوق کی بھلائی کے لئے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دُعا۔ جب کوئی شخص بکا و زاری سے اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولائے کریم اس کو پاکیزگی و طہارت کی چادر پہنا دیتا ہے۔ اور اپنی عظمت کا غلبہ اس پر اِس قدر کر دیتا ہے کہ بے جا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے وہ کوسوں دُور بھاگ جاتا ہے۔ کیا سبب ہے کہ انسان باوجود خُدا کو ماننے کے بھی گُناہ سے پرہیز نہیں کرتا؟ درحقیقت اُس میں دہریّت کی ایک رگ ہے۔ اور اس کو پورا پورا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر وہ جانتا کہ کوئی خدا ہے جو حساب کتاب لینے والا ہے اور ایک آن میں اُس کو تباہ کرسکتا ہے تو وہ کیسے بَدی کرسکتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۳۸ - ۴۳۹)

قرآنِ کریم مترجم اُڑیہ کا

عظیم تحفہ

جماعتی فیصلہ کے مطابق محترم جناب رگھو مشرا صاحب کلکٹر ضلع کٹک کو اُڑیہ ترجمۂ قرآن مجید اور دیگر اسلامی لٹریچر کا تحفہ دینے کے لئے ۹۰-۴-۳ کی تاریخ طے پائی۔ وفد میں مندرجہ ذیل احباب شامل تھے:-

۱۔ مکرم ڈاکٹر عبدالباسط صاحب صُوبائی صدر تبلیغی منصوبہ بندی کمیٹی۔
۲۔ مکرم غُلام مصطفےٰ صاحب۔
۳۔ مکرم سید طاہر احمد صاحب کلیم نائب صدر کٹک
۴۔ مکرم سید مذکر الدین صاحب۔
۵۔ اور خاکسار شیخ عبدالحلیم مبلغ انچارج بھونیشور (اُڑیسہ)

یہ انتظام مکرم سید مذکر الدین صاحب نے کیا فجزاہ اللہ تعالیٰ۔ مکرم کلکٹر صاحب کے مکان پر یہ وفد ۹½ بجے پہنچا۔ تھوڑی دیر بعد محترم کلکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اِس موقع پر جماعت کا تعارف کرایا گیا۔ اور پھر قرآن کریم اُڑیہ اور دیگر اسلامی لٹریچر کا تحفہ پیش کیا گیا۔ محترم کلکٹر صاحب نے احتراماً کھڑے ہو کر اِس مبارک تحفہ کو قبول کیا۔ اور خوشی کا اظہار کیا۔ اور تصویر لی گئی۔

خدا کے فضل سے یہ پروگرام بہت اچھا رہا۔
درخواستِ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بہتر رنگ میں ہمیں کام کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اور قرآن کریم کے نُور کو دُنیا میں پھیلائے۔

خاکسار:-
شیخ عبدالحلیم مبلغ انچارج
بھونیشور (اُڑیسہ)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے۔ پرنٹر پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۳ر تبوک ۱۳۶۹ ہش

خصوصی اداریہ

آزادئ ہند کے تینتالیس ۴۳ سال!

اور

فرقہ وارانہ مفاہمت کی ضرورت و اہمیت

وزیر اعظم ہند جناب راجہ وشوناتھ پرتاپ سنگھ نے دہلی کے تاریخی لال قلعہ پر جھنڈا لہراتے ہوئے یوم آزادی کے موقعہ پر ۱۵ر اگست ۱۹۹۰ء کو اپنی نشری تقریر میں بانئ اسلام حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کو قومی رخصت کا دن قرار دیتے ہوئے جہاں تمام مسلمانوں کے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا سامان کیا ہے وہاں اس عظیم اعلان سے بھارت کے "سیکولر آئین" کی روح کو بھی اجاگر کیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ملک کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں مسلمان سب سے بڑی اقلیت میں موجود ہیں۔ آزادئ ہند پر تینتالیس سال گزرنے پر یہ اعزاز نیشنل فرنٹ سرکار کو ہی نصیب ہوا ہے۔ اس موقعہ پر ہم اپنے ہر دلعزیز وزیر اعظم کے اس "چراغ محبت" کو روشن کرنے پر ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں ؎

چھائے ہیں نفرتوں کے اندھیرے ہر ایک سمت
یارو کوئی چراغِ محبت جلائیے !

محسنِ انسانیت حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدس خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس ترین وجود قرآن کریم کے الفاظ میں "رحمۃ للعالمین" ہے۔ آپ صرف مسلمانوں کے لئے ہی رحمت نہیں ہیں بلکہ ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں تمام انسانوں اور پوری کائنات کے لئے رحمت ہیں۔

قرآن کریم کے آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ کا تعارف "ربّ العالمین" کے الفاظ میں کرایا گیا ہے۔ وہ صرف ربّ المسلمین نہیں ہے بلکہ تمام ہندوؤں سکھوں عیسائیوں اور تمام انسانوں کا رب ہے۔ اور آپ کی قائم کردہ امت کو قرآن کریم میں "اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" بتایا گیا ہے۔ یعنی امتِ محمدیہ ایسی خیر امت ہے جو تمام انسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ اور آپ کا لایا ہوا دین "اسلام" ہے جس کے معنی ہی امن، شانتی اور Peace کے ہیں۔ آپ نے دین کا خلاصہ یہ بتایا ہے کہ "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خیر خواہی، تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں اور عام انسانوں کی خیر خواہی۔ یہ ہے وہ حقیقی اسلام جس کی علمبردار آج جماعت احمدیہ ہے۔

جی ہاں! یہی وہ حقیقی اسلام ہے جس نے وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (ہر قوم میں ہوشیار کرنے والے خدا کے رسول آئے ہیں) کا اعلان کر کے تمام الہامی مذاہب کو منبع کے اعتبار سے سچا قرار دے دیا ہے۔ حدیث نبوی ہے کہ کَانَ فِی الْھِنْدِ نَبِیٌّ اَسْوَدُ اللَّوْنِ اِسْمُہٗ کَاھِنٌ کہ ملک ہند میں ایک عظیم الشان نبی گذرا ہے جس کا رنگ کالا تھا اور اس کا نام کنہیا تھا۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم حضرت کرشن اور حضرت رام چندر جی کو خدا تعالیٰ کے سچے نبی یقین کرتے ہیں۔ گویا اسلام کا منشا صرف یہ ہے کہ:-

"محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں" (از حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

عبادت گاہیں ہر مذہب کی عبادت گاہیں قابل احترام ہوتی ہیں۔ ہمارے بزرگان جب اسلام کی امن بخش اور پاکیزہ تعلیمات لے کر ہندوستان میں داخل ہوئے تو انہوں نے ہندوؤں کی ان عبادت گاہوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت کرشن اور حضرت رام چندر مبعوث ہوئے تھے۔ اور وہاں اپنی دل وجان سے پیاری عبادت گاہیں عیدگاہ اور مساجد بھی بڑی عقیدت کے ساتھ تعمیر کروائیں جن میں صرف خدائے واحد کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور صدیوں سے یہ مقدس مقامات ہندو مسلم اتحاد کے پرکیف نظارے پیش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آزادئ ہند کا مبارک سورج طلوع ہونے تک!! جونہی آزادی کا دن چڑھا انتہا پسند ہندوؤں نے ان مقدس مقامات کو منافرت کا ذریعہ بنالیا۔ حالانکہ یہ کوئی برائی کے اڈے تو نہ تھے۔ خدائے واحد کی عبادت کے لئے عبادت گاہیں تھیں۔

بنارس بنارس بھی ہمارے ہندو بھائیوں کا بہت بڑا تیرتھ استھان ہے۔ وہاں بھی جہاں ہندو بھائیوں کے بڑے بڑے مندر ہیں وہاں مسلمانوں کی عظیم الشان مساجد بھی موجود ہیں۔ راقم الحروف کو متعدد مرتبہ وہاں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہاں ضرب المثل کے طور پر لوگوں میں یہ شعر مشہور ہے کہ ؎

رانڈ سانڈھ سیڑھی سنیاسی
اس سے بچے تو سیوے کاشی

یعنی وہ یاتری جو عبادت و تپسیا کے لئے بنارس جاتا ہے وہ ان چار چیزوں سے بچ کر رہے تب اُن کی عبادت پروان چڑھے گی۔ اوّل رانڈ یعنی بیوہ عورتیں جو ہندو مذہب میں منحوس سمجھی جاتی ہیں۔ وہ بنارس میں جاکر پناہ لیتی ہیں۔ بعض بیوائیں جوان ہونے کی صورت میں وہاں پہنچتی ہیں۔ ایسی عورتیں لاوارث ہوتی ہیں۔ لہذا ان سے جنسی بے راہ روی کا امکان ہوتا ہے۔ ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پھر وہاں بازاروں میں لاوارث سانڈھ گھومتے پھرتے ہیں۔ ان سے بھی بچنے کی تلقین کی گئی ہے کہ مبادا نقصان پہنچا دیں۔ وہاں بازاروں میں جگہ جگہ سیڑھیاں بنائی گئی ہیں ہوشیاری سے نہیں اتریں گے تو ٹھوکر کھا کر گر جائیں گے۔ وہاں جھوٹے سنیاسی بھی پہنچ جاتے ہیں جو میٹھی میٹھی باتیں کر کے سیدھے سادھے یاتریوں کا مال لوٹ لیتے ہیں۔ ان نقصانات وہ چاروں چیزوں سے بچنے کی یاتریوں کو تلقین کی گئی ہے۔

یہ مشاہداتی ضرب المثل اس لئے پیش کی گئی ہے کہ ہر قسم کی نقصان دہ چیزیں تو ہمارے بزرگان نے وہاں تعمیر نہیں کی تھیں۔ بلکہ اپنی دل وجان سے پیاری عبادت گاہیں خدائے واحد کی پرستش کے لئے عیدگاہ اور مساجد تعمیر کی تھیں۔ خدا کے وجود کے تو ہمارے ہندو بھائی بھی قائل ہیں۔ بلکہ اگر خدا کا لفظ مذہبی لٹریچر سے نکال دیا جائے تو کسی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ پھر نفرت کیسی؟

پس ہمارے ہندو بھائیوں کو سمجھداری سے کام لینا چاہیئے اور عبادتگاہوں کو نفرت کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیئے۔

بابری مسجد جناب ملائم سنگھ یادو وزیر اعلیٰ اترپردیش نے بابری مسجد کے متعلق بیان دیتے ہوئے فرمایا:- "حکومت یہ بات یقینی بنائے گی کہ جوں کی توں حالت برقرار رکھی جائے۔ اور یہ فیصلہ کرنے کا کام عدالت پر چھوڑ دیا جائے کہ آیا ایودھیا میں متنازعہ یادگار مندر ہے یا مسجد۔ ریلی اکبر آباد سے اس لئے شروع کی گئی کیونکہ یہ دیش کی جدوجہد آزادی کے دوران ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایکتا کا نشان تھا۔ انہوں نے کہا کہ اسی وجہ سے انہوں نے تین برس پہلے کرانتی رتھ یہاں سے شروع کرنے کو ترجیح دی تھی۔" (روزنامہ ہند سماچار جالندھر ۳۰ر اگست ۱۹۹۰ء)

پس بابری مسجد کا حل نہایت آسان ہے۔ اوّل ۱۹۴۷ء میں جو مقام تھا اُسے قائم رکھا جائے ـــــ!

دوم: عدالت کے فیصلہ کو قبول کیا جائے۔

ملک کے تمام سیاسی لیڈر، موجودہ حکومت اسی حل سے اتفاق رکھتے ہیں۔ سیکولر آئین بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ عدل وانصاف بھی یہی ہے۔

جناب ایڈوانی ہندو پریشد کی جانب سے ہند سماچار میں یہ اعلان شائع ہوا ہے کہ ایودھیا، بنارس اور متھرا کی عبادت گاہوں عیدگاہ اور مساجد کے خلاف سنگھرش جاری رہے گا۔ اس قسم کے اعلانات ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین دائمی منافرت پھیلا سکتے ہیں۔ لہذا مناسب نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر مذہب کی عبادت گاہیں قابل احترام ہوتی ہیں۔ اس کے مقابل پر شری کرشن لال ایڈوانی جو بھارتی جنتا پارٹی کے نہایت تجربہ کار اور پرانے لیڈر ہیں کی یہ تجویز حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوئی ہے کہ ایودھیا میں مندر تعمیر کرنے دیا جائے تو اس کے بدلے میں متھرا اور بنارس کا سنگھرش ختم کر دیا جائے۔

یہ تجویز بذاتِ خود اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ انتہا پسند تنظیموں کے لیڈر بھی اس حقیقت سے واقف وآگاہ ہیں کہ اُن کے مقدس مقامات میں مساجد یا عیدگاہ کا تعمیر ہونا کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ یہ تجویز اس بات کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے کہ بابری مسجد میں مندر تعمیر کرنا محض ایک وقار کا مسئلہ بنا دیا گیا ہے۔ پس بابری مسجد کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ اسے تعصب نے مسئلہ بنا دیا ہے۔

جنابِ وزیر اعظم شری وی۔ پی۔ سنگھ کی علی گڑھ میں مصروفیت کی ایک رپورٹ اس عنوان سے شائع ہوئی ہے کہ:-

اقلیتوں اور پسماندہ بھائیوں کو حق دینے کے مقابلہ پر پیچھے نہ ہٹیں گے۔ وی پی سنگھ کی تقریر

اس معاملہ پر ہم کرسی چھوڑ سکتے ہیں!

"یہاں غالب اکیڈیمی میں جامعہ اردو علی گڑھ کی گولڈن جوبلی تقریب کا افتتاح کرتے ہوئے شری سنگھ نے کہا کہ کرسی اور حق میں چننا ہوگا تو ہم حق کو چنیں گے۔ شری سنگھ نے

اُردو میں تقریر کی اور حاضرین نے پُر زور تالیوں سے اُن کا سواگت کیا ؟"

(روزنامہ ہند سماچار جالندھر ۳ ستمبر ۱۹۹۰ء)

راقم الحروف نے ٹی۔وی پر یہ تقریب دیکھی ہے۔ جب وزیرِ اعظم سے اُردو اور ہندی کے ٹکراؤ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ان دونوں زبانوں کو لطیف انداز میں دو چراغ قرار دیتے ہوئے تالیوں کی گونج میں فرمایا کہ ٹکراؤ نہیں بلکہ روشنی بڑھے گی۔ اور یہ بھی بتایا کہ ہندو مسلمانوں کے دلوں میں رخنہ پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔ دِل اصل مندر اور مسجد ہیں۔ اگر یہ ٹوٹ گئے تو اینٹوں اور چونے کے مندر تو بعد کی چیز ہے۔ اس موقعہ پر راقم الحروف کے ذہن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث آرہی تھی کہ حضورِ اکرم ؐ نے دِل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا یعنی تقویٰ اور نیکی کا اصل مقام دِل ہے۔ آپ کی تقریر اِس شعر کی مصداق تھی کہ ؎

پیار ہی کو پیار سے روزِ ازل سے ہے فروغ
اِک دِیئے سے جیسے روشن دُوسرا ہوجائے گا

ہند سماچار

جناب وی پی سنگھ کی یہ ادا ہند سماچار کو پسند نہیں آئی۔ آپ نے اسی شمارہ میں ایک اداریہ بعنوان "کیا ایودھیا میں بھگوان رام کا مندر بن پائے گا ؟" لکھ مارا۔ اس پورے اداریہ میں شری وی پی سنگھ کو ہندوؤں کا سب سے بڑا دُشمن ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی طرح شری ملائم سنگھ یادو کو اس سے بھی بڑا دشمن ہندوؤں کا قرار دیا۔ اور پھر مذہب کے نام پر منافرت پھیلانے والی تنظیموں سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ :-

"جس ڈھنگ سے وہ لوگ رام جنم بھومی اور ہندو کاز کے بل پر آج وہ لوک سبھا میں ۸۲ ممبران کو لاتے ہیں — وہاں اگلے چناؤ تک ان کی تعداد ۲۵۰ بھی ہوسکتی ہے۔ اگر ایسا ہونا ہے تو ملک میں ہندو راج قائم ہوجائے گا۔"

(روزنامہ ہند سماچار ۳ ستمبر ۱۹۹۰ء)

ہمارے دل میں ہند سماچار کے ایڈیٹر کا بڑا احترام ہے کیونکہ وہ ایک قومی لیڈر ہیں۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ ابھی تو ہم ہندوستان میں سیکولر آئین کے تحت زندگیاں گذار رہے ہیں۔ ہماری صحافت کو سیکولر اصولوں کی ہی ترجمانی کرنا چاہیئے۔ جب ہندو راج قائم ہوگا تو دیکھا جائے گا۔

ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ جناب وی پی سنگھ نے ابھی تک اپنے عملی نمونہ سے ہندو مذہب کی حقیقت اور اپنے معزز خاندان کے وقار کو بلند کیا ہے۔ کیونکہ ہندو وِدوان اکثر اپنی تقریروں میں بیان کیا کرتے ہیں کہ ؎

سر جائے پر وچن نہ جائے رگھوکل ریت سدا چلی آئی

یعنی شری رام چندر جی کی خاندانی روایت ہمیشہ سے یہ چلی آرہی ہے کہ سر چلا جائے تو بے شک چلا جائے لیکن کیا ہُوا وعدہ کبھی نہیں ٹوٹنا چاہیئے۔ اسلامی تعلیمات میں بھی کئے ہوئے وعدے کو پُورا کرنے کی بہت بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے ؎

دوسروں کی شخصیت پر تبصرہ بے شک کرو
لیکن اس سے پہلے خود کا بھی احاطہ کیجئے

پس جناب وی پی سنگھ جو مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو ہر قیمت پر پُورا کرنے پر تُلے ہُوئے ہیں اور کرسی کی بھی پرواہ نہیں کر رہے ہیں ایہ تو عین ہندو مذہب کی تعلیم کے مطابق ہے۔ آپ انہیں ہندوؤں کا دُشمن نمبر ایک کیوں قرار دیتے ہیں ؟ وہ اگر گیدڑ کی صدسالہ زندگی پر شیر کی ایک دن کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں تو یقیناً انہوں نے ہندو مذہب کی حقیقی تعلیم اور اپنے راجہ فیملی کے وقار کو بلند کیا ہے ؎

کانچ کا جسم لیئے شہر میں پھرنے والے
دست حالات میں دیکھا نہیں پتھر تو نے

پیار کی تعلیم

مذہب کے نام پر جو ہندو تنظیمیں نفرت پھیلا رہی ہیں وہ یقیناً ہندو مذہب کی حقیقی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ اور افسوس یہ ہے کہ ہمارے بہت بڑے اور نامور صحافی ایڈیٹر ہند سماچار انہی تنظیموں سے متأثر ہوئے ہیں جیسا کہ ان کے اس اداریہ اور بعض دوسرے اداریوں سے ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم برٹش (ہتری) کے ساتھ ہندو مذہب کا نچوڑ پیش کر رہے ہیں۔ گیتا میں لکھا ہے کہ ؎

آتماؤ پمیا سروتر سمن پشیتی یو ارجن۔ سکھم وا یدی وا دکھم سا یوگی پرمو متہ

یعنی ہے ارجن جو لوگ دُکھ سُکھ کے معاملات میں اپنی رُوح کے برابر دُوسری رُوحوں کا احساس کرتے ہیں وہی لوگ سب سے بڑے رُوحانی مقام پر فائز ہوتے یعنی مہاتما ہوتے ہیں۔

ایک ہندو وِدوان لکھتے ہیں :-

اشٹادس پرانے شیو ویاسسّ بچن دوئت
پرو پکارا پنیا یو پاپائے پڑپیڑنم

یعنی شری وید ویاس نے جو اٹھارہ پران لکھے ہیں ان کا خلاصہ دو باتوں میں آجاتا ہے۔ اوّل ؛ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ دوسروں سے اچھا برتاؤ کرو۔ اور سب سے بڑا پاپ یہ ہے کہ دُوسروں کو دُکھ پہنچانا اور پریشان کرنا۔

پھر ایک نچوڑ یہ ہے کہ ؎

نرنے سکل پران وید کرا سو ہی تانت جانہی کو ودترا

اس کا ترجمہ ایک ہندو وِدوان نے یہ کیا ہے کہ ؎

چار وید اور پران میں بات ملی ہے تین
پر وپکار اہردے میاتن سیوا میں لین

یعنی ویدوں اور پرانوں میں تین باتیں ملی ہیں۔ اوّل، دوسروں سے اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ دوم دل میں سب کے لئے نرمی رکھنا چاہیئے۔ سوم، اپنے جسم کو دوسروں کی خدمت میں لگادینا چاہیئے۔

پس جو لوگ آج کی ان ہندو تنظیموں کو ہندو مذہب کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں جو مذہب کے نام پر نفرت پھیلاتی ہیں وہ ہندو مذہب کی اصل تعلیمات سے بہت دُور ہیں۔ ہر مذہب کی بنیاد محبّت و پیار پر قائم ہے ؎

تیرِ تاثیرِ محبّت کا خطا جاتا نہیں
تیر انداز و نہ ہونا سُست اس میں زینہار (دُرِّ ثمین)

سیکولر آئین

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ تقسیمِ ملک کی وجہ سے اکثریت کے جذبات میں تلخی آئی، نفرت کے جذبات پیدا ہوئے۔ لیکن زندگی گزارنے کا بہترین اُصول یہ ہے کہ جذبات پر حقائق فوقیت رکھتے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے ملک کی بالغ نظر سیاست نے جب دیکھا کہ پاکستان بننے کے باوجود بھارت میں سب سے بڑی اقلیت مسلمان ہی ہیں تو ہماری بالغ نظر سیاست نے جذبات پر حقائق کو مقدم کرتے ہوئے سیکولر آئین دیا۔ مگر مذہب کے نام پر نفرت پھیلانے والے لوگوں نے جن کی تعداد شروع میں بہت کم تھی، برسرِ اقتدار پارٹی کانگرس میں گھسنا شروع کیا۔ اور سیکولر آئین کو عملی جامہ پہنانے کے لئے خود کانگرسی نمائندے ہی روک بن گئے جس کی وجہ سے سب سے زیادہ مسلمانوں کو ہی نقصان پہنچتا رہا۔ فرقہ وارانہ فسادات میں بھی مسلمانوں کو ہی زیادہ نقصان پہنچتا رہا۔ اور ان فسادات کی وجہ سے کشمیر جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہ بھی متاثر ہوتے رہے۔ پھر سرکاری ملازمتوں اور ہر شعبۂ زندگی میں مسلمانوں کو پیچھے دھکیل دیا گیا۔ اس کا کریڈٹ بھی جنتا دل حکومت کو ہی جاتا ہے کہ تینتالیس ۴۳ سال گزرنے پر ایک کشمیری مسلمان لیڈر کو ملک کا پہلا مسلمان وزیر داخلہ بنا کر ملک کی سب سے بڑی اقلیت کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔

پریس کی ذمہ داریاں

پریس حکومت کا چوتھا پایا ہوتا ہے۔ اگر قوم یا ملک پر کوئی مصیبت آتی ہے تو سیاسی اخبار نویس یہ کہہ کر بچ نہیں سکتے کہ پہلی حکومت کا قصور ہے یا دُوسری حکومت کا۔ پریس پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نے ہاتھ میں قلم رکھتے ہوئے قبل از وقت کیوں قوم اور حکومت کو خطرات سے واقف و آگاہ نہیں کیا۔ اور کیوں اس کا تدارک نہیں بتایا ؟ اگر ہمارا پریس فرقہ وارانہ منافرت سے اُوپر اُٹھ کر سیکولر نظریات کو نمایاں طور پر قبل از وقت اپنے کالموں میں جگہ دیتا تو آج کشمیر اور پنجاب کی وہ حالت نہ ہوتی جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ ع

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

اب بھی ۳۰ اکتوبر تک پریس کے لئے موقعہ ہے کہ وہ ٹھوس رنگ میں اس ٹکراؤ کو ختم کرنے کے لئے جو حکومت و فرقہ پرستوں کے درمیان ہو رہا ہے۔ اس میں پریس کا رول نہایت خطرناک اور صحافت کی بدنامی کا باعث ہوگا۔ بات صرف یہ سمجھنے کی ہے کہ عدالت کا فیصلہ مان لیں۔ کیونکہ حکومت کے تمام سیاسی لیڈر اور سیکولر آئین کا تقاضا ہے۔ جو عبادت گاہ پانچ سو سال سے بابری مسجد کہلاتی آئی ہے اسے مندر بنایا جائے۔ جبکہ دربار صاحب کی بے حرمتی کے نتائج ہمارے سامنے ہیں ؎

بہہ رہا ہے قریہ قریہ کُو بکُو
کس قدر ارزاں ہے انساں کا لہُو

عبادت گاہوں کا احترام

ہر شخص جانتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر قوم کی عبادت گاہ قابلِ احترام ہوتی ہے۔ لوگ جانیں قربان کر دیتے ہیں لیکن عبادت گاہ کی بے حُرمتی برداشت نہیں کرتے۔ ہم پنجابیوں کو تو حال ہی میں تجربہ

ہُوا ہے کہ ہمارے سِکھ بھائیوں کے مقدس مقام دربار صاحب کی بے حرمتی کی گئی ۔ ہر ہندو، مسلمان اور سِکھ نے اس بے حُرمتی کی مذمت کی ۔ اس کے بعد کیا کچھ ہُوا اور کیا ہو رہا ہے، اور کتنی قیمتی جانوں کا نقصان ہُوا اور ہو رہا ہے وہ سب جانتے ہیں ۔ حکومت تک اس غلطی پر معافیاں مانگ رہی ہے ۔ وزیر اعظم اور گورنر تک نے دربار صاحب میں جاکر متھا ٹیکا ۔ لیکن غصہ ہے کہ کسی طرح ٹھنڈا نہیں ہوتا ۔ ہم دھرم کے نام پر نفرت پھیلانے والے ہندو بھائیوں اور اپنی پنجابی صحافت سے پوچھنے کے حقدار ہیں کہ اس تجربہ کے بعد کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ غلطی تو کانگرس حکومت سے ہوئی تھی ۔ اب اس سے بھی بڑی غلطی ہماری نیشنل فرنٹ سرکار کو بھی کرنا چاہیئے کہ ایک مسجد کی صرف بے حرمتی ہی نہیں بلکہ اس کو مندر میں تبدیل کرنا ضروری ہے ۔ خدا را کچھ تو عقل سے کام لیجئے پھر مُلک کا کیا حشر ہوگا ۔۔۔!؟

ایک موازنہ پاکستان میں ہندوستان سے بھی بد ترین فرقہ پرستی پائی جاتی ہے ۔ انہوں نے حقیقی اسلام کی علمبردار جماعتِ احمدیہ کو ہی غیر مُسلم قرار دے کر اس پر ظُلم و تشدد کا بازار گرم کر رکھا ہے ۔ حقوقِ انسانی کے عالمی ادارے بھی اِن بدلتی ہوئی پاکستانی حکومتوں کی شدید مذمت کرتے رہتے ہیں ۔ مگر کچھ اثر نہیں ہوتا ۔ اللہ تعالےٰ بھی ان حکمرانوں کو آئے دِن اِس ظلم و تشدد کی عبرت ناک سزائیں دیتا رہتا ہے ۔ مگر وہ ٹس سے مَس نہیں ہوتے ؎

زمیں جُنبد نہ جُنبد　　نہ جُنبد گُل محمّد

ہندوستان اور پاکستان کی فرقہ پرستی اور سیاست میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ ہندوستان کی بالغ نظر سیاست اور یہاں کے سیاسی لیڈروں نے ہمیشہ یہاں کی فرقہ پرستی کو ردّ کیا ہے ۔ لیکن پاکستان کے سیاسی لیڈر تقریباً ۱۹۵۲ء سے تشدد پسند مُلّاؤں سے مرعوب ہو جاتے ہیں ۔ اور جماعتِ احمدیہ پر ظلم و تشدد جاری رکھتے ہیں ۔ حالانکہ پاکستانی لیڈر جانتے ہیں کہ ہر الیکشن کے موقعہ پر عوام ان مُلّاؤں کو ووٹ نہیں دیتے ۔ اور یہ مُلّا لوگ جن کے لئے علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ ؏

دینِ مُلا فی سبیل اللہ فساد

یہ عبرت ناک طور پر ہار جاتے ہیں ۔ اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر مُلّا نے اپنی ایک سیاسی پارٹی الگ بنا رکھی ہے ۔ جب ہم موازنہ کرتے ہیں تو ہمارے مُلک کی بالغ نظر سیاست پاکستانی سیاست سے بہت زیادہ کامیاب رہی ۔

مسلم لیگ جس نے پاکستان بنایا وہ آزادی پر تھوڑا عرصہ گزرنے پر ہی فتنہ پرور مُلّاؤں سے متأثر ہو گئی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان بننے کے چند سال بعد ہی وہ مسلم لیگ جس نے پاکستان بنایا تھا اقتدار سے علیحدہ ہو گئی ۔ اس کے بعد وہ کبھی اقتدار میں نہیں آئی ۔ اب تو اس کی یہ حالت ہے کہ دوسری پارٹیوں کا دُم چھلا بنی ہُوئی ہے ۔ ؏

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے آدھا پاکستان بنگلہ دیش میں تبدیل کر دیا ۔ اس پر ہمیشہ مارشل لاء کا کوڑا ہی برستا رہا ۔ ہاں کبھی کبھی لنگڑی جمہوریت بھی قائم ہوتی رہی ۔ اس کے مقابل پر ہمارے مُلک میں اب تک پُر وقار جمہوریت قائم ہے ۔ اب جو اس کو گھُن لگ رہا ہے تو وہ فرقہ پرستی کی وجہ سے ہے ۔ پس ہندوستان اور پاکستان کو جو خطرات ہیں وہ فرقہ پرستی سے ہی ہیں ۔ مذہب کے نام پر جبر و تشدد کرنا کسی مذہب میں بھی جائز نہیں ہے ۔ ہمارے مُلک کے فرقہ پرستوں کو پاکستانی فرقہ پرستی سے ضرور عبرت حاصل کرنا چاہیئے ۔

حال ہی میں اطلاع ملی ہے کہ پاکستان کی سابقہ حکومت میں جو احمدیوں پر ظُلم و تشدد چک سکندر میں ہُوا تھا، موجودہ نگران حکومت نے مُلّاؤں کو ردّ کرتے ہُوئے ان تمام احمدیوں کو ربوہ سے لے جاکر چک سکندر میں پھر سے آباد کر دیا ہے ۔ یہ ایک خوشی کی خبر ہے ۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو اس کی جزائے خیر دے ۔ آمین ۔ "الفضل" بھی پھر جاری ہو چکا ہے ۔

ایک ضروری وضاحت سیکولر کے معنے ہیں غیر مذہبی ۔ یعنی کسی کے ساتھ مذہب کے نام پر امتیازی سلوک نہ کرنا ۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنی مذہب کے نام پر جبر و تشدد کرنا قطعاً جائز نہیں ہے ۔ یہ مفہوم سیکولر کے معنے سے قریبی مناسبت رکھتا ہے ۔

ایک ذاتی تجربہ راقم الحروف کو پورے ہندوستان کے تمام اہم مقامات پر جانے کا موقعہ ملتا رہا ہے، میرا ذاتی تجربہ ہے کہ پڑھے لکھے اور معزز ہندو لیڈران کا تعلق کسی بھی پارٹی سے ہو ۔ بہت جلد اچھی باتوں کو سمجھ جاتے ہیں، اور

وقت چونکہ کم رہ گیا ہے اگر ہندو صحافت واضح رنگ میں ان کو اِس ٹکراؤ کے بارے میں سمجھائے جِس کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور اس کے نقصانات بتا دیئے گئے ہیں تو قوی اُمید ہے کہ وہ لوگ سمجھ جائیں گے ۔ اور مُلک ایک خطرناک تباہی سے بچ جائے گا ۔ اللہ تعالیٰ بہتر صُورت پیدا فرمادے ۔ آمین ۔

حرفِ انجام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاداتِ عالیہ کے مطابق جماعتِ احمدیّہ مُلک میں باہمی منافرت کو دُور کرنے کے لئے بڑی کامیابی کے ساتھ کارروائیاں کر رہی ہے ۔ جِس کی رپورٹیں بدر میں شائع ہوتی رہتی ہیں ۔ لیکن اِس سلسلہ میں حالات کا تقاضا ہے کہ جدّ و جہد میں مزید تیزی لائی جائے ۔ تا وہ وقت جلد آئے جس کی خبر دیتے ہُوئے سیدنا حضرت مسیح موعُود علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ

"خُدا نے مجھے......خبر دی ہے کہ تیرے ساتھ آشتی اور صُلح پھیلے گی ۔ ایک درندہ بکری کے ساتھ صُلح کرے گا ۔ اور ایک سانپ بچوں کے ساتھ کھیلے گا ۔ یہ خُدا کا اِرادہ ہے گو لوگ تعجب کی راہ سے دیکھیں" (تذکرہ ص ۳۳۴)

؎ رکھتے ہیں جو لوگوں کے لئے پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

عبدالحق فضل

سمپوزیم

مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۹۰ء کو پانچ بجے شام اشوکا ہوٹل کٹک میں جماعتِ احمدیہ کٹک کی طرف سے ایک سمپوزیم منعقد ہُوا جس کا عنوان تھا "مذہبی رواداری اور اسلام" خاکسار کو بھی اِس پروگرام میں مدعو کیا گیا تھا ۔ خدا کے فضل سے مکرم سیّد ثاقب احمد صاحب اور دیگر تمام عہدیداروں کے تعاون سے پروگرام کو اچھا ترتیب دیا گیا تھا ۔ اِس سمپوزیم میں مکرم رگھو مِشرا کلکٹر کٹک ۔ مکرم معین الدین احمد صاحب O.A.S. ۱۰ ریٹائرڈ جو اِس وقت کٹک اُردو لائبریری کے انچارج ہیں، شامل ہوئے ۔ نیز دیگر معززینِ شہر بھی اس میں شامل ہوئے ۔

مکرم سیّد تنویر احمد صاحب ناظر نشر و اشاعت قادیان کی زیرِ صدارت جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی ۔ خاکسار نے تلاوتِ قرآنِ کریم کی ۔ بعد ازاں مکرم عبد الباسط خان صاحب صدر جماعت احمدیہ کٹک نے "اسلام کے بنیادی اُصول" پر اُڑیہ زبان میں مضمون پڑھ کر سُنایا ۔ خدا کے فضل سے یہ مضمون بہت اچھا رہا ۔ اس کے بعد مکرم معین الدین احمد صاحب نے تقریر کی اور جماعتِ احمدیہ کے اس کام کی تعریف کی اور بعض مفید مشورے دیئے ۔ اس کے بعد کلکٹر صاحب کٹک نے تقریر کی اور جماعتِ احمدیہ کے اِس جذبۂ رواداری کو بہت پسند کیا اور سراہا ۔ ازاں بعد تمام حاضرین کی مشروبات اور دیگر لوازمات سے تواضع کی گئی ۔

اِس جلسہ کے آخر میں صدرِ جلسہ نے اسلام کے خلاف غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا ۔ مکرم سیّد تنویر احمد صاحب کے علاوہ مکرم عبد القادر خان صاحب اور خاکسار شیخ عبد الحلیم مبلّغِ سلسلہ نے معاونت کی ۔

۱۲ اگست ۹۰ء کی شام ۷½ بجے ٹی وی کی خبروں میں ہمارے اس جلسہ کی کارروائی کو بنظرِ تحسین پیش کیا گیا ۔ اسی طرح ۱۹ اگست ۹۰ء کے اخبار "سماج" میں بھی جلسہ کی کارروائی شائع ہُوئی ۔

جماعتِ احمدیہ کٹک کی طرف سے بہت ہی خوبصورت COVER کے ساتھ جماعت کا تعارف کروانے کے لئے بعض کاغذات شائع کئے گئے تھے جو جلسہ سے قبل حاضرین میں تقسیم کر دیئے گئے تھے ۔

دُعا کریں اللہ تعالیٰ جماعت کی اِن مساعی کو قبول فرمائے اور ہدایت کا موجب بنائے ۔ آمین ۔

خاکسار: شیخ عبد الحلیم مبلّغ بھونیشور و کٹک ۔

وِلادت

مکرمہ شوکت جہاں ناہید صاحبہ اہلیہ مکرم خواجہ بشیر احمد صاحب ایم ۔ اے ۔ بی ایڈ نائب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے کے بعد مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۹۰ء کو بیٹی عطا فرمائی ہے ۔ نومولودہ مکرم خواجہ احمد حسین صاحب درویش کی پوتی اور مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان کی نواسی ہے ۔ بچی کا نام حضور انور ایدہُ اللہ تعالیٰ کا تجویز کردہ "لئیقہ بشیر" رکھا گیا ہے ۔ زچگی میجر آپریشن کے ذریعہ بٹالہ میں ہوئی ۔ احبابِ کرام دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ زچہ و بچی کو صحت و سلامتی کی لمبی زندگی دے اور نومولودہ کو نیک ۔ صالحہ اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے ۔ آمین ۔ (ادارہ بدر)

خطبہ جمعہ

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا کی دعا کو

اس مضمون کو سمجھتے ہوئے مستقل مانگنے کی عادت ڈال لیں اور جب یہ دعا کیا کریں تو اپنے تعلقات پہ

نگاہ کیا کریں کہ ان کی کیا نوعیت ہے آپ واقعۃً ان کو بدلنے کیلئے تیار ہیں بھی کہ نہیں اگر ہیں تو کیا کوشش کر رہے ہیں

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۶۔ وفا۔ جولائی ۱۳۶۹ ہش / ۱۹۹۰ء بمقام مسجد فضل ۔ لندن

مکرم میرزا احمد صاحب جاوید مبلغ سلسلہ دفتر P. S. لندن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے ——— (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۷۵ کی تلاوت فرمائی:۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ
وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (سورۃ الفرقان آیت ۷۵)

بعدہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

گذشتہ جمعہ میں میں نے اس آیت کے مضمون پر کچھ روشنی ڈالی تھی اور یہ ذکر کیا تھا کہ یہ بہت ہی وسیع مطالب پر حاوی آیت ہے۔ اور تھوڑے سے وقت میں اس کے تمام پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ بھی روشنی نہیں ڈالی جا سکتی۔ آج میں بعض اور پہلوؤں سے اس آیت کے مضمون کو آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کو اچھی طرح سمجھ کر اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

غالباً ایک دو سال پہلے کی بات ہے میں نے اسی آیت پر ایک یا دو خطبات دیئے تھے اور میرا خیال تھا

کہ اگر تمام احمدی خاندان

اس دعا کو اپنا لیں اور اسے وظیفہ بنا کر ہمیشہ اس سے چمٹے رہیں تو اس کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں عظیم الشان پاکیزہ تبدیلیاں پیدا ہو جائیں گی اور وہ تمام گھریلو مسائل جن کو نہ امور عامہ حل کر سکتی ہے۔ نہ قضاء حل کرنے میں کامیاب ہو سکتی وہ اسی آیت کی برکت سے سلجھ جائیں گے لیکن چونکہ مسلسل ایسی شکایات پہنچتی رہتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ہمارے بہت سے گھر ایسے ہیں جو اس آیت کی دعا کی برکت سے محروم ہیں اور اس دنیا میں وہ گھر سکینت نہیں بن سکے اور جنت نشان نہیں کہلا سکتے جبکہ ہم نے تمام دنیا کے گھروں کو سکینت عطا کرنی ہے۔ اور چونکہ اس آیت کا مضمون صرف حاضر ہی سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ مستقبل سے اور بہت دور تک مستقبل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اس آیت کو نہ صرف موجودہ نسلوں کی تربیت میں اور گھروں کے ماحول کو بہتر بنانے میں ایک گہرا دخل ہے بلکہ آئندہ زمانوں کی نسلوں کو سنبھالنے کا بھی اس آیت کے مضمون سے گہرا تعلق ہے۔

پہلی بات جو آج میں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ دعا حقیقت میں ایک ایسی نفسیاتی کیفیت کا تقاضا کرتی ہے جو اگر حاصل ہو جائے تو اس دعا کی قبولیت کا ایک نشان وہیں اسی دل میں ظاہر ہو جاتا ہے اور اگر حاصل نہ ہو تو جتنا چاہیں یہ دعا کرتے چلے جائیں اس دعا کو قبولیت کا پھل نہیں لگے گا۔

مثلاً وہ خاوند

جو اپنی بیویوں سے مستقل بداخلاقی کا سلوک کرتے ہیں اور بدزبانی کا سلوک کرتے ہیں اور نیچا دکھانا چاہتے ہیں اور گھر میں ان کو لونڈیوں کی طرح تابع فرمان اور کام کرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں، وہ اگر اس کیفیت کو تبدیل نہ کریں تو یہ دعا اُن کے منہ سے نکل ہی نہیں سکتی۔ جب تک اُن کے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہو کہ یہ بیوی جس کو میں چڑیل سمجھتا ہوں جس کے ساتھ میں لونڈیوں سے بدتر سلوک کرتا ہوں جس کی اس کی اولاد کے سامنے بے عزتی کرتا ہوں میں اس بیوی سے تسکین مانگ رہا ہوں کیسے ممکن ہے؟ پس جو شخص واقعۃً دل کے خلوص کے ساتھ اُسی بیوی سے تسکین چاہتا ہے جس سے وہ بدسلوکی کر رہا ہے جب تک اپنی کیفیت میں اور اپنے سلوک میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا اس وقت تک نہ یہ دعا اس کو زیب دیتی ہے نہ اس کے منہ سے نکل سکتی ہے۔ اور اگر کرے گا بھی تو ایک کھوکھلی اور بے معنی آوازوں کے سوا اس دعا کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

پس وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے تنافر کے باوجود، اُن سے مزاج کی دوری کے باوجود اور اس بحث میں پڑے بغیر کہ قصور اُن کا ہے یا بیوی کا ہے، دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ خدا کے حضور اپنے معاملات کر دیتے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم اپنے تعلقات کو سلجھا نہیں سکے۔ اگر ایک مرد ہے تو یہ دعا کرے گا اور عورت ہے تو وہ بھی یہ دعا کرے گی کہ جہاں تک میری کوششوں کا تعلق ہے اگر اُن کو دیکھا جائے تو اب تک تو یہ گھر سدھر نہیں سکا اور ہمارے تعلقات میں اسی طرح تلخیاں چلی آرہی ہیں۔ میں خلوص نیت سے یہ چاہتا ہوں کہ جو بھی صورت ہو یا اگر جمع کے صیغے کے لحاظ سے مضمون کو پیش نظر رکھیں تو ہم کے ذریعے اس بحث میں پڑے بغیر کہ مرد دعا کر رہا ہے یا عورت دعا کر رہی ہے۔ مضمون اسی طرح بغیر کسی رخنے کے حل ہو جاتا ہے تو یہ دعا کریں یعنی دونوں اپنی اپنی جگہ کہ ہم تو اپنے تعلقات کو سلجھانے میں ناکام رہے ہیں لیکن ہماری خواہش یہی ہے کہ جیسے تُو نے ہمیں سکھایا ہم ایک دوسرے سے سکینت حاصل کریں اور ایک دوسرے سے آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کریں۔ یہ دعا کرنے سے پہلے مقبول ہو جاتی ہے۔ یعنی ایک حصے کے لحاظ سے کیونکہ یہ دعا کرنے والے اگر مخلص ہیں تو لازماً وہ اپنے رجحان میں ایک بنیادی تبدیلی پیدا کرکے یہ دعا کرتے ہیں اور باقی جو حصہ ہے وہ خدا پر چھوڑ دیتے ہیں۔ پس جیسے کہا جاتا ہے کہ آدھی جنگ توڑی گئی اور آدھے حصے پر تو آسمان فتح یاب ہو گیا! ویسی ہی کیفیت اس دعا کی ہے جب خلوص نیت کے ساتھ کی جائے تو گویا آدھی جنگ توڑی گئی اور آدھا ملک فتح ہو گیا اور باقی حصہ جو ہے وہ خدا پر چھوڑا جائے تو لازماً ایسے مخلص انسانوں کے لئے خدا تعالیٰ حالات کو تبدیل کر دیتا ہے۔

جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے

جن لوگوں کے آپس کے تعلقات بگڑے ہوئے ہوں یا نہ بھی بگڑے ہوئے ہوں تو ان میں رعونت کا دخل ہو اور دونوں طرف انانیت کا دخل ہو یا بچپن کی غلط تربیتوں نے اُن کو اس بات کا اہل ہی نہ چھوڑا ہو کہ حسن معاشرت کر سکیں!

ایسے لوگ یہ دُعا نہیں کر سکتے اور جب تک یہ دعا نہ کریں ان کے حالات بدل نہیں سکتے۔ ان تعلقات پر جب نظر پڑتی ہے تو بہت سے مختلف ایسے گوشے ہیں جن میں ہمیں بہت ہی زیادہ تکلیف دہ صورت حال دکھائی دیتی ہے۔ میں ان تمام امور کا ذکر تو یہاں نہیں کر سکتا جو مجھ تک مختلف ذرائع سے پہنچتے رہتے ہیں اور نفسیاتی لحاظ سے ویسے ہی مجھے ایک اندازہ ہوتا ہے کہ بگڑے ہوئے گھروں میں یہ کچھ ہو رہا ہوگا۔ لیکن بعض باتیں ایسی تکلیف دہ ہیں کہ جن کا واضح طور پر ذکر کرنا ضروری ہے۔

بعض خاوند ایسے ہیں

جو اپنی بیویوں سے نہ صرف یہ کہ درشتی سے پیش آتے ہیں بلکہ ان کو ہمیشہ بدظنی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ گویا یہ عورت چال چلن کی اچھی نہیں ہے حالانکہ اُن کے پاس کوئی ادنیٰ سا بھی قرینہ اس بات کا نہیں ہوتا کہ اس عورت کے متعلق کوئی ایسی غلط سوچ کو وہ اپنے دماغ میں جگہ دے سکیں لیکن اگر واقعۃً ان کو کسی بات کا یقین ہے تو اس کے لئے اسلام نے، اسلامی شریعت نے ایک کھلا رستہ رکھا ہوا ہے جسے اختیار کرنا چاہیئے اس رستے کو اختیار کئے بغیر اپنی بیوی کو اس رنگ میں طعنے دینا کہ مجھے کیا پتہ یہ اولاد میری ہے بھی کہ نہیں۔ یہ ایک انتہائی بگڑی ہوئی مکروہ صورت ہے اور بعض دفعہ مجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہوتا ہے کہ بعض ایسے مرد جو اپنے معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور دینی کاموں میں بھی کسی حد تک شغف رکھتے ہیں۔ اگر عہدہ پاس نہ بھی ہو تو جب ان کو کام کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ آگے آتے ہیں اور ان چہروں میں سے ہیں جو اپنی جماعتوں میں معروف ہوتے ہیں وہ بھی اپنی بیویوں سے لڑائی کے وقت اس قسم کے نہایت ہی مکروہ کلمات استعمال کرتے ہیں اور بعض دفعہ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ اُن کے بچے ان باتوں کو سن رہے ہیں۔ ایسے حال میں وہ یہ دعا کیسے کر سکیں گے کہ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔ اپنی بیوی کی راہ سے ان کو اولاد کا تقویٰ نصیب ہونا تھا اس تقویٰ کی راہ کو تو انہوں نے ہمیشہ کے لئے برباد کر دیا جب یہ کہا کہ مجھے کیا پتہ ہے کہ یہ اولاد کس کی ہے تو اپنے ہاتھوں سے تقویٰ کی راہوں کو ہمیشہ کے لئے مسدود کر بیٹھے اور پھر ایسی اولاد سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنے باپ کا ادب کرے گی اور آئندہ صحیح رستوں پر چلے گی۔ آئندہ زمانے کے معاشرے کے لئے خوشخبریاں لے کے آگے بڑھے گی۔ یہ ایک بالکل عبث توقع ہے اور عملاً یہ لوگ نہ صرف اپنے حال کو تباہ کرتے ہیں بلکہ دور تک مستقبل میں ان کے نفس کی تلخیاں معاشرے میں زہر گھولتی رہتی ہیں پس یہ دُعا ایسے لوگوں کو نہ زیب دیتی ہے نہ وہ سوچ سکتے ہیں کہ ہم کریں لیکن جب تک یہ دُعا کے ذریعے مدد نہ مانگیں۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری کچھ بھی پرواہ نہیں اور اگر تم دعاؤں کے ذریعے مجھ سے مدد نہیں مانگو گے تو فرماتا ہے کہ تمہیں میں اس طرح چھوڑ دوں گا کہ گویا مجھے تمہارے عواقب کی کچھ بھی پرواہ نہیں کس حال میں تم کس برے انجام کو پہنچو۔ مجھ سے تمہارا تعلق کٹ گیا۔ اور

یہ مضمون اسی دعا کے بعد بیان کیا گیا ہے

تو خدا تعالیٰ کے اس آخری فرمان کا اس دعا کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اور یقین کی حد تک انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ انسانی معاشرتی تعلقات اور خاندانی تعلقات دُعا کی مدد کے بغیر کسی طرح سدھر نہیں سکتے۔ انسان کے تعلقات میں بہت سے رخنے ہیں جن رخنوں کی انسان کو بعض دفعہ خبر بھی نہیں ہوتی اور وہ رخنے خلا پیدا کر دیتے ہیں۔ تعلقات میں اور تعلقات کو کمزور کر دیتے ہیں جیسا کہ بعض دفعہ کل پرزوں میں تعمیر کے وقت بلبلے رہ جاتے ہیں اور جب غیر معمولی دباؤ میں وہ کل پرزے چلیں تو جہاں جہاں وہ بلبلے رہ جاتے ہیں وہاں سے وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح انسانی تعلقات میں بہت سے رخنے ایسے رہ جاتے ہیں جو تقویٰ کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ کمزور مقامات ہمیشہ خطرے کا مقام بنے رہتے ہیں جب بھی کبھی غیر معمولی دباؤ میں انسان آئے اور ابتلاء بڑھ جائیں اور مشکلات نازل ہوں تو ایسے وقت میں ان کمزور جگہوں پر حملہ ہوتا ہے۔ اور پھر رخنے نمایاں طور پر پھٹ کر انسانی تعلقات کو پارہ پارہ کر دیتے ہیں اور بکھیر دیتے ہیں تو یہ مضمون عمومیت کے لحاظ سے آپ سمجھ لیں تو تفصیل سے جب آپ اپنے تعلقات پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جب بھی تعلقات کسی دباؤ میں آئیں اس وقت انسان کو اپنی کمزوریوں کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے بغیر نہیں پتہ چلتا۔ بچہ بیمار ہو۔ پریشانی ہو غربت ہو اور ضرورت کی چیزیں پوری نہ ہو رہی ہوں۔ بے وقت مہمان آجائیں یا غریب رشتے داروں کی مدد کرنی ہو یا ماں باپ ایسے حال میں ہوں کہ ان کو مجبوراً اپنے گھر میں رکھنا ہو۔ یہ سارے وہ امور ہیں جو معاشرے پر دباؤ ڈالتے ہیں اور میاں بیوی کے تعلقات پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ وہ بیوی جو اس سے پہلے بہت ہی اچھی دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ یہ تو کلیۃً میری وفادار اور میرے ساتھ تعاون کرنے والی اور میری زندگی کا ساتھی ہے۔ وہ خاوند جو بیوی کو ایک فرشتہ دکھائی دے رہا ہوتا ہے اگر وہ پہلے دکھائی دے رہا ہو جب اس قسم کے دباؤ پیدا ہوتے ہیں تو اس وقت ان دونوں کے اندرونی رخنے ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور وہی بلبلے ہیں جن مقامات سے پھر یہ تعلقات ٹوٹنا شروع ہوتے ہیں۔ پس انسان کو اپنے اندرونے کا بھی خود پتہ نہیں ہے اور اپنے رفیقِ حیات کے اندرونے کا بھی کچھ پتہ نہیں ہے یعنی ان مقامات پر نظر نہیں ہے جو درحقیقت بعض وقت غیر معمولی اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے جو بھی چاہیں آپ تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے کوششیں کریں جب تک دعا سے مدد نہیں مانگیں گے آپ کے تعلقات سدھر نہیں سکتے اور آپ خطرات کے مقام سے باہر نہیں آسکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ان باتوں پر نظر ہے اور جب انسانی تعلقات دباؤ میں آتے ہیں تو تقویٰ کام آتا ہے۔ اس وقت حُسنِ خُلق کام نہیں آیا کرتا کیونکہ اخلاق کی بنیاد بعض دفعہ تقویٰ پہ ہوتی ہے اور بعض دفعہ ایک عام تربیت پر ہوتی ہے یعنی دنیا میں ایک انسان کو جس قسم کی طبیعت میسر آئے اس کی وجہ سے اخلاق پہ اچھا اثر پڑ سکتا ہے اور بعض قوموں کے جو خدا کی قائل نہیں بھی ہیں اخلاق اچھے ہوتے ہیں لیکن وہ اخلاق جو تقویٰ پر مبنی نہ ہوں۔ جو خدا کی ذات پر ایمان پر مبنی نہ ہوں۔ وہ دباؤ میں آکر ہمیشہ بے معنی اور بے حقیقت ہو جایا کرتے ہیں۔ پس ظاہری اخلاق کے لحاظ سے آپ کا گھر چاہے جنت بھی بنا ہوا ہو اگر ان اخلاق کی بنیاد تقویٰ پر نہیں ہے تو ہرگز اس جنت کو بقا کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ لیکن اگر تقویٰ پر مبنی ہے تو جتنا زیادہ مشکل پیش آئے اتنا ہی زیادہ انسان کو ایک دوسرے کی خوبیوں کا علم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

مصیبت کے وقت اگر بیوی قربانی کر رہی ہے

اور تعاون کر رہی ہے، اگر مشکل کے وقت خاوند قربانی کر رہا ہے اور تعاون کر رہا ہے تو چونکہ یہ تعاون تقویٰ کی بناء پر ہوتا ہے اور معاشرے کے دباؤ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس وقت انسان کے جوہر ایک غیر معمولی جاذبیت کا موجب بن کر ابھرتے ہیں اور ایسے واقعات کے گزر جانے کے بعد میاں بیوی کے تعلقات پہلے سے بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ ان میں ایک محبت کا عنصر ہی نہیں رہتا، ان میں گہری قدر کا عنصر شامل ہو جاتا ہے۔

پس اس دعا کو غیر معمولی اہمیت دینے کی ضرورت ہے اور اس کے مضمون کو سمجھنے کی ضرورت ہے جب تک سب سے پہلے آپ کے دل میں یہ یقین پوری صفائی کے ساتھ اور خلوص کے ساتھ پیدا نہ ہو کہ میں نے اپنے ساتھی سے تسکین کی طلب کرنی ہے اور اپنے مولا سے طلب کرنی ہے۔ میں واقعۃً چاہتا ہوں کہ جو بھی میرا زندگی کا ساتھی ہے، اپنی برائیوں سمیت جب میں نے اسے ایک دفعہ قبول کر لیا تو میرے بس میں نہیں ہے کہ میں اس سے سکینت حاصل کروں، میں اپنے خدا سے دعا مانگوں گا۔ یا دعا مانگوگی کہ تو ہمارے درمیان ایک دوسرے کے لئے سکینت رکھ دے اور ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

وہ لوگ جن کے تعلقات پہلے ہی اچھے ہوں اور واقعۃً ایک طبعی محبت کے نتیجے میں ایک دوسرے سے وہ سکینت پاتے ہوں جب وہ یہ دعا مانگتے ہیں تو

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا

والا حصہ انسان کی محبت کے تعلقات میں ایک نیا تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا کا ٹکڑا اس کو یاد کراتا ہے کہ آپ کو ایک دوسرے سے جو تسکین ملتی ہے وہ محض ظاہری انسانی تعلقات کی بناء پر ہے اور اس تسکین کے نتیجہ میں آپ کی اولاد اور آپ کے مستقبل کی کوئی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ جب تک دعا کا یہ حصہ ساتھ شامل نہ کریں کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ اس وقت تک ان تعلقات کا کوئی دائمی فائدہ نہیں ہے۔ اگر وہ قائم بھی رہیں اور ابتلاؤں میں نہ کبھی ٹوٹیں تب بھی ایسے تعلقات کے نتیجہ میں اولاد فیض نہیں پا سکتی جب تک ان تعلقات میں تقویٰ کا عنصر شامل نہ ہو جائے۔ پس دعا کا دوسرا حصہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا انسان کی توجہ ان تعلقات کے مآل اور مقاصد کی طرف پھیر دیتا ہے یعنی یہ دعا یہ خیال پیدا کرتی ہے کہ ہمیں صرف حال پر راضی نہیں رہنا چاہیئے بلکہ مستقبل کی تلاش کرنی چاہیئے۔ اور جب تک ہم متقیوں کے پیشرو نہ بن جائیں اس وقت تک ہمیں آپس کے تعلقات پر خوش ہونے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یعنی یہ دعا اس طرف توجہ دلاتی ہے چنانچہ جن کے تعلقات اچھے ہیں ان کے تعلقات پر یہ دعا تقویٰ کے رنگ بھرنے لگتی ہے کیونکہ متقیوں کا امام ہونے کی دعا اس طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ اگر تم واقعۃً متقیوں کا امام بننا چاہتے ہو تو تقویٰ میں اُن سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ امامت کا مضمون بتاتا ہے کہ جس چیز میں کوئی انسان امام ہو اس کا پیش رو ہو اُن باتوں میں وہ سب سے آگے ہو تو یہ دعا صرف ایک دعا نہیں رہ جاتی بلکہ عملاً زندگی کی ایک تشکیل نو بن جاتی ہے اور وہی مضمون جو میں نے پہلے بیان کیا تھا میاں بیوی کے تعلقات میں وہی مضمون تقویٰ کے لحاظ سے انسان کا قدم عملی دنیا میں آگے بڑھانے لگتا ہے اور جب ایک انسان کہتا ہے کہ مجھے متقیوں کا امام بنا تو اس سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ میری نسلوں میں متقی لوگ پیدا ہو جائیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مجھ میں تقویٰ کے وہ جوہر پیدا فرما اور اس شان کا تقویٰ عطا کر کہ میری اولاد یا ہماری اولادیں واقعۃً ہمیں اپنا امام سمجھیں یعنی ماں باپ ہونے کے لحاظ سے وہ اس بات پر فخر نہ کریں کہ فلاں لوگ ہمارے آباؤ اجداد تھے بلکہ تقویٰ کے لحاظ سے وہ یہ بات فخر کے ساتھ بیان کیا کریں کہ ہمارے آباؤ اجداد متقی تھے۔

یہ وہی مضمون ہے جیسے وہ لوگ جو صحابہ کی اولادیں ہیں آج کل جب اُن سے تعارف ہو تو وہ بڑے فخر کے ساتھ اور جائز فخر کے ساتھ یہ بیان کرتے ہیں کہ

ہمارے آباؤ اجداد میں فلاں صحابی تھا

ہمارے ننھیال میں فلاں بزرگ تھا جس کو بیعت کی توفیق ملی۔ ہمارے ددھیال میں ایک شخص تھا۔ وہ لوگ واقعی متقیوں کے امام تھے ان معنوں میں کہ ہر متقی اُن کی طرف منسوب ہونے میں فخر محسوس کرتا ہے مگر بعد میں غیر متقی بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بھی فخر کرنے لگتے ہیں۔ غیر متقی جو اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہیں ان کو عملاً اس مضمون میں کوئی دخل نہیں ہے۔ وہ دائرے کے باہر سے بیٹھے ہوئے ظاہر یہی کرتے ہیں کہ ہم اس دائرے میں ہیں کیونکہ اس دعا میں جب یہ فرمایا گیا کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا تو جن کے حق میں یہ دعا مقبول ہوتی رہی اُن کی غیر متقی اولاد اُن کو اپنا امام کہنے کا حقدار نہیں رہتی۔ اس پہلو سے جماعت احمدیہ کے لئے اس میں بہت ہی گہرا سبق ہے اور وہ یہ ہے کہ آج کل دنیا میں غیر احمدی ملاؤں سے ہمارا سب سے بڑا جھگڑا یہ چل رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے امام زیادہ ہیں یا تمہارے امام زیادہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کلیۃً ہمارے امام ہیں اور تم سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اگر تم نے کوئی تعلق ظاہر کیا تو ہمیں اتنا اشتعال آئے گا کہ اس کے بعد ہم حق بجانب ہوں گے کہ اگر تمہارے گھر لوٹیں، تمہاری مسجدیں مسمار کریں اور تمہیں قتل کریں یا تمہارے بچوں کو اذیتیں دیں کیونکہ تم نے ہمارے امام کو اپنا بنا لیا اور احمدی یہ کہتے ہیں کہ اصل تو ہمارے ہی امام ہیں۔ اب اس جھگڑے کو کیسے نپٹایا جائے۔ یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایسا جھگڑا تو نہیں جیسے بچے آپس میں لڑتے ہوں کہ ہمارا باپ زیادہ ہے۔ تمہارا باپ زیادہ ہے اور ماں باپ اگر موجود ہی نہ رہے ہوں تو کوئی کس سے پوچھے کہ کس کا کوئی زیادہ تھا۔ اب قرآن کریم نے ہمیں یہ نکتہ سمجھا دیا اور پہچان کی ایک کسوٹی ہمیں عطا کر دی تاکہ آئندہ جب بھی اس معاملہ پر بحث ہو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کس کے زیادہ ہیں تو یہ آیت کسی کے حق میں گواہ بن کر کھڑی ہو جائے اور یہ بتائے کہ ان کے زیادہ ہیں اُس کے نہیں ہیں یا ان کے بالکل نہیں ہیں۔ پس وہ لوگ جو تقویٰ میں ترقی نہیں کرتے ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ دعا کسی اور کے حق میں مقبول ہوئی تھی یا ہو رہی ہوتی ہو۔

ہمارے آقا و مولا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم

کے حق میں لازماً اپنی تمام شان کے ساتھ مقبول ہو چکی ہے۔ پس اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ خدا نے آپ کی حفاظت فرما دی ہے۔ فرمایا ہے کہ آئندہ کے لئے تم میری نظر میں ہمیشہ متقیوں کے امام ہی رہو گے اور غیر متقیوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اسی دعا کی مقبولیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب یہ فرمایا کہ آئندہ امت میں یہ بد خرابیاں پیدا ہوں گی تو وہ بدخلق اور بد ظاہر بیں علماء جن کے متعلق فرمایا کہ وہ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ اُن کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ علمائی : میرے علماء۔ فرمایا عُلَمَاءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَآءِ۔ ایسے بدخلق اور گندے علماء کا میرے سے کیا تعلق ؟ میں تو متقیوں کا امام ہوں۔ اس لئے یہ غیر متقی جو ہیں اُن لوگوں کے امام ہوں گے جن کے ماننے والے بھی غیر متقی ہوں۔ تو اس جھگڑے کا حل پھر کتنا آسان ہو گیا اور کتنا واضح اور کہیں باہر جا کر چھپنے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ تمام راہنما اور سردار جن کی قوم دن بدن گندگی میں بڑھتی چلی جا رہی ہے اور بد اخلاقیوں میں بڑھتی چلی جا رہی ہے اور تقویٰ سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں رہا جن میں ہر قسم کی بدی عام ہو گئی ہے۔ جھوٹ عام ہو گیا ہے۔ فساد عام ہو گیا ہے۔ ایک دوسرے کے حق مارے جا رہے ہیں اور بچے اغواء کئے جا رہے ہیں۔ معصوم لوگوں کی عزتیں لوٹی جا رہی ہیں۔ ہر قسم کے جرائم عام ہیں اور عزت وہ نشان طاقت بن چکا ہے۔ جس کے پاس طاقت زیادہ ہے جس کے پاس جتھہ زیادہ ہے جس کے ساتھی زیادہ ہیں وہی زیادہ معزز ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے۔ یہ سوسائٹی متقیوں کی سوسائٹی تو نہیں کہلا سکتی۔ پس ان لوگوں کے امام جو غیر متقی ہیں وہ خود متقیوں کے امام بننے کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں اور یہ سارے مل کر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف منسوب ہونے کا کیا حق رکھتے ہیں کیونکہ آپ کو تو خدا نے فرما دیا کہ میں نے تجھے متقیوں کا امام بنا لیا ہے۔ اور قیامت تک اس امت میں جتنے بھی متقی پیدا ہوں گے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کے رہیں گے، چاہے دنیا سارا زور لگائے کہ اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دامن سے کاٹ کر الگ کر دے مگر ایسا نہیں کر سکے گی کیونکہ قرآن کریم کی یہ آیت ہمیشہ اُن کی حفاظت فرمائے گی۔ اور اُن کا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دامن سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا کیونکہ وہ تقویٰ میں ترقی کر رہے ہوں گے۔

پس اس پہلو سے اس دعا کے اس رُخ پر بھی نگاہ کریں کہ اس دعا کا بالآخر کیا انجام ہے۔

اس کے دو کنارے ہیں

ایک وہ جو مستقبل کی طرف چلنے کا رستہ ہے اور اس میں وہ ذریات ہیں جو ہمیشہ ایک دوسرے کے بعد آتی چلی جائیں گی۔ اور جن کے لئے تقویٰ کی آپ دعا کر رہے ہیں

دوسرے امامت کے لحاظ سے یہ دعا ماضی پر اثر دکھاتی ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک انسان کو پہنچاتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ اگر تم متقی نہ بنے تو اس امام کے غلاموں میں تمہارا شمار نہیں ہو گا۔ کیونکہ اسے خدا نے ہمیشہ کے لئے متقیوں کا امام بنا دیا ہے۔ پس اس پہلو سے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا یہ دعا ایک حیرت انگیز طور پر وسیع اثر دکھانے والی دعا ہے اور اس دعا کے بغیر ہم حقیقت میں زندگی کے سانس نہیں لے سکتے کیونکہ مومن کی زندگی کے سانس تقویٰ کی صحت سے تعلق رکھتے ہیں جیسے تقویٰ کی صحت نصیب نہ ہو تو جس طرح دمے کا مریض کا دم گھٹ جاتا ہے اس طرح روحانی لحاظ سے اس کا دم گھٹ جاتا ہے۔ پس اس دعا کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں اور دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے یعنی مستقبل

لحاظ سے بھی اور ماضی کے لحاظ سے بھی ہمیشہ سوچ کر اور غور کے ساتھ یہ دعا مانگا کریں اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگیں کہ آپ کو تو متقی بنائے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے غلام بننے کے شایانِ شان ہو اور آپ کی اولاد کو ایسا متقی بنائے کہ وہ آپ کی اولاد کہلانے کی شایانِ شان ہو۔ اور ہمیشہ ہمیش کے لئے یہ تعلقات اسی طرح دونوں سمت میں مضبوط تر ہوتے چلے جائیں لیکن ایک بیچ کا پہلو ہے جس کو اس آیت نے ہمارے سامنے رکھ دیا کہ جن میاں بیوی کے تعلقات ایک دوسرے سے تقویٰ پر مبنی نہیں ان کا نہ ماضی محفوظ ہے نہ مستقبل محفوظ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ

کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے بہترین ہے اور دیکھو میں اپنے اہل کے لئے بہترین ہوں یعنی تم سب میں اس لئے بہترین ہوں کہ اپنے اہل کے لئے بہترین ہوں اور اہل کے لئے بہترین ان معنوں میں تھے کہ آپ نے ان کے تمام حقوق ادا کئے اور ایک حق کا ادنیٰ سا حصہ بھی نہیں رکھا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق کی نگرانی کی اور ہمیشہ مسلسل اُن کی تربیت کی طرف متوجہ رہے۔ اور بعض دفعہ راتوں کو اٹھ کر اپنی بیٹی کے گھر جایا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اُن کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز کے لئے جگایا کرتے تھے یا تہجد کے لئے جگایا کرتے تھے یعنی ایسا مستقل آپ کو اپنی اولاد کی تربیت کا دھیان تھا یا یوں کہنا چاہیئے کہ لگن لگ گئی تھی کہ بلا استثناء کوئی دن ایسا نہیں ہے جب آپ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف اور اپنی اولاد کی طرف تربیت کے لحاظ سے توجہ نہ کی ہو تو خَيْرُكُمْ سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ دنیا کے معاملات میں اُن کے حقوق ادا کرنے والا بلکہ

خَيْرُكُمْ سے مراد

یہ ہے کہ اوّل طور پر دین میں ان کے حقوق ادا کرنے والا اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھنے والا۔ اس کے بعد جب یہ دعا کی جاتی ہے کہ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ تو اس دعا میں غیر معمولی تقویت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو قبولیت کا پھل لگنے لگتا ہے اگر اس کے بغیر دعا کریں گے تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

دعاؤں کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ دُعا وہی مقبول ہوتی ہے جو دل کے جوش کے ساتھ کی جائے اور بسا اوقات یہ دیکھتا ہے کہ دل کے جوش کے ساتھ دعا کر رہا ہے لیکن اس کو پھل نہیں لگتا۔ اصل میں دعا کا مضمون بھی بہت باریک اور وسیع ہے اور چونکہ یہ سارا دعا کا ہی مضمون چل رہا ہے اور اس دعا کے مضمون پر ہی یہ آیات ختم ہوتی ہیں اس لئے اس خاص پہلو کی طرف بھی آپ کو مزید متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک شخص جس کو دنیا کی حرص ہے۔ وہ روپیہ چاہتا ہے۔ دولت چاہتا ہے۔ مکان چاہتا ہے دنیاوی عزتیں چاہتا ہے۔ اس کو طبعی طور پر ایسی دعاؤں کی لگن ہوگی اور ان دعاؤں کے دوران اس کے دل میں ایک طبعی جوش پایا جائے گا۔ اور وہ دعائیں کرتا چلا جاتا ہے۔ اور وہ دعائیں مقبول نہیں ہوتیں آخر کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی کے وہ مقامات جن کے لئے اس کے دل میں طبعی جوش نہیں ہے۔ وہ ان مقامات کو حاصل کرنے کے لئے دُعا نہیں کرتا اور اپنی ایک عادت مستمرہ یعنی جاری رہنے والی عادت کے ذریعے وہ یہ ثابت کر دیتا ہے کہ میری دعائیں صرف میرے نفس کے لئے ہیں خدا تعالیٰ کے لئے نہیں اور نیکی کی خاطر نہیں مثلاً یہی دُعا ہے یہ دُعا ایسی ہے جہاں اگر تعلقات خراب ہوں تو دل چاہتا ہی نہیں دعا کرنے کو اور دعا کرنا انسان کو محض اس وقت نصیب ہو سکتا ہے جب وہ خدا کی خاطر اپنی طبیعت کے خلاف دعا کر رہا ہے تو ضروری نہیں ہے کہ طبیعت کے مطابق دعائیں قبول ہوں۔ بعض ایسے مواقع ہیں جہاں طبیعت کے خلاف دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوتی ہیں اور اُن کے اندر بہت زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی مختلف وجوہات ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کے خلاف نیک باتوں کی خواہش کی وجہ سے دعا کرتا ہے۔ یعنی خواہش سے مراد ہے نیک باتوں کے احترام میں دعا کرتا ہے۔ اللہ کی خاطر وہ ایک نیکی کو حاصل کرنا چاہتا ہے دل نہیں کرتا اس نیکی کو پکڑنے کیلئے کوئی بدی ہے جس میں وہ ملوث ہو چکا ہے اس سے چھٹکارا نصیب نہیں ہوتا اور واقعۃً درد دل کے باوجود اس علم کے کہ جس دن یہ بدی مجھ سے چھوٹی میری زندگی کا مزا ختم ہو جاتا رہے گا پھر دعا کرتا ہے تو یہ دعا طبیعت کے خلاف ہونے کی بجائے قبولیت کے زیادہ اہل ہو جاتی ہے۔ پس جہاں مزاج کے اختلاف ہوں جہاں میاں بیوی کے درمیان طبعی دوریاں ہوں۔ ایک دوسرے کی صورت پسند نہیں۔ ایک دوسرے کی عادتیں پسند نہیں اور بے شمار ایسی دیواریں ہیں جو درمیان میں حائل ہیں۔ اور پھر اس نیت سے کہ میرا خدا چاہتا ہے کہ میں یہ دُعا کروں اور مستقبل کی نسلوں کی حفاظت کی خاطر میرے لئے ضروری ہے، دین کی خاطر میرے لئے ضروری ہے۔ طبیعت پر بوجھ ڈال کر مگر خلوص نیت سے یہ دعا کرتا ہے تو اس دعا میں ویسا ولولہ تو نہیں ہو سکتا جیسے امتحان میں پاس ہونے کی خاطر ایک گھبرایا ہوا اور ڈرا ہوا طالب علم دعا کر رہا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ وہ چیخیں مارتا ہے کہ اے خدا! میں تو ذلیل و رسوا ہو جاؤں گا۔ میرے مستقبل کا انحصار ہے۔ میں نے سارا سال نہیں پڑھا مگر اب رحم فرما اور مجھے پاس کر دے اس دعا میں بظاہر کتنا غیر معمولی جوش پایا جاتا ہے اور یہ دعا جب آدمی ان حالات میں مانگے گا جو میں نے بیان کئے ہیں تو وہ جوش پیدا نہیں ہوگا لیکن اپنے اوپر جبر کر کے وہ دعا کرے گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسی دعا بظاہر جوش میں کمی کے باوجود زیادہ مقبول ہوگی اور ایسی دعاؤں کے طفیل آپ کی دوسری دعائیں بھی قبول ہوں گی

یہ نکتہ ہے جس کو آپ کو سمجھنا چاہیئے

کیونکہ اگر آپ کی دعائیں محض طبعی خواہشات اور تمناؤں کے تابع ہیں تو ایک پہلو سے آپ اپنی ہوا کی عبادت کر رہے ہیں۔ اپنی خواہشات کی عبادت کر رہے ہیں، اور اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ تو جھوٹا خدا ہے یہ تمہاری آوازوں کو نہ سنے گا، نہ قبول کرے گا۔

پس بظاہر آپ خدا کو مخاطب ہوتے ہیں مگر جس شخص کی ساری زندگی محض حوائج نفس کے لئے وقف ہو اور اپنی طبعی تمناؤں کی پیروی میں وہ دعائیں کرتا ہو، عملاً اس کی دعائیں رائیگاں جاتی ہیں اور ان کا نشانہ خدا نہیں ہوتا ان کا قبلہ کچھ اور ہوتا ہے اور قرآن کریم نے فرمایا ہے یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کی تمنا کو اپنا معبود بنا لیا ہے پس بظاہر وہ خدا کا نام لے رہا ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں اپنے نفس کی عبادت کر رہا ہوتا ہے۔ اس کی دعائیں کیسے مقبول ہو سکتی ہیں۔ ہاں اگر اس کی دعاؤں کے دائرے میں ایسی دعائیں بکثرت شامل ہو جائیں جن کا اس کے نفس کے رجحانات سے طبعی تعلق نہ ہو اور خالصۃً للہ یا خالصۃً بنی نوع انسان کی خاطر وہ اپنے نفس کو اس طرف مائل کر کے دعائیں کرتا ہو تو ان دوسری دعاؤں سے شرک کا الزام اُٹھ جاتا ہے پھر ایک نیا مضمون ابھرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ ہے خدا کا بندہ۔ جب ایسی باتوں میں بھی دعائیں کر رہا ہے جس میں اس کی خواہش نہیں تو جو طبعی دعائیں ہیں خواہش کے نتیجے میں وہ بھی پاکیزگی کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں اور اسی نظر سے دیکھی جانی چاہئیں تو ایسے لوگوں کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس مضمون کو ایک اور مثال میں اس طرح واضح فرمایا کہ

وہ دعائیں جن سے تمہیں ڈرنا چاہیئے وہ ضرور قبول ہو جاتی ہیں

ان میں ایک ماں کی دعا ہے جو اپنی اولاد کے خلاف ہو۔ دیکھیں کتنا عظیم الشان اور کتنا گہرا نکتہ بیان فرما دیا۔ یہ مضمون فرمایا کہ ماں کی دعا جو اپنی اولاد کے حق

میں ہو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ماں گندی ہو یا نیک ہو پاک ہو یا ناپاک ہو اپنی اولاد کے حق میں تو بعض دفعہ دہریہ بھی بڑی دعائیں کرتی ہے بے اختیار کرتی ہے۔ کیونکہ اس کو طبعی محبت ہے وہ دعائیں چونکہ نفس کی خاطر ہیں اس لئے ان کی قبولیت کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ نیک مائیں جب یہ دعائیں کریں گی تو پھر اس لئے مقبول ہوں گی کہ وہ دوسری جگہ بھی اپنی دعاؤں میں خدا کی خاطر التجائیں کرنے کی عادی ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ ضرور مقبول ہوں گی۔ اس سے انکار نہیں لیکن مائیں اگر فطرت کے خلاف کسی بچے کو بد دعا دیتی ہیں تو اپنے مزاج کے خلاف بات کر بیٹھتی ہیں۔ اور دیکھیں اور ایک مثال ایسی ہے جہاں مزاج کے مطابق دعاؤں کی تو ضمانت نہیں دی جا سکتی مگر مزاج کے خلاف دعا کرنے کی ضمانت ہے کہ وہ ضرور مقبول ہوگی۔ تو دعاؤں کے مضمون کو جب سمجھ لیں اور ان کی گہرائی تک پہنچیں تو دعاؤں کے اسلوب آجاتے ہیں۔ دعاؤں کا سلیقہ نصیب ہوتا ہے۔ اور انسان کو سمجھ آجاتی ہے کہ کیوں بعض دفعہ میری عمر بھر کی گریہ و زاری بے کار گئی ہے۔ اور کیوں بعض دفعہ جوش پیدا ہوئے بغیر دل سے ایک خیال اٹھتا ہے اور وہ مقبول ہو جاتا ہے۔

دعاؤں کو بھی تقویٰ کا لباس پہنانا پڑتا ہے۔

یہ ہے آخری نکتہ اور اس کے بغیر دعائیں بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہو سکتیں۔

پس رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا کی دعا کو اس مضمون کو سمجھتے ہوئے مستقل مانگنے کی عادت ڈال لیں اور جب یہ دعا کیا کریں تو اپنے تعلقات پر نگاہ کیا کریں۔ کہ ان کی کیا نوعیت ہے۔ آپ واقعۃً ان کو بدلنے کے لئے تیار ہیں بھی کہ نہیں۔ اگر ہیں تو کیا کوشش کر رہے ہیں۔ اور اگر نہیں تو پھر یہ دعا کیوں مانگ رہے ہیں۔ پھر اس دعا کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی۔ پس اس گہری اور تفصیلی نظر سے جب آپ صداقت کے ساتھ حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس دعا کے ذریعہ اپنے معاشرتی تعلقات اور الٰہی تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں گے تو بلا شبہ مجھے کامل یقین ہے کہ اس دعا کی برکتیں آپ پر آسمان سے بھی نازل ہوں گی اور زمین سے بھی اگیں گی۔ اور آپ کے گھر دیکھتے دیکھتے جنت نشان بن جائیں گے

اس دعا کے بعض اور پہلو ہیں جن کا عمومی قومی تربیت اور جماعتی نظام سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس کے متعلق میں انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اعلان برائے موصیان

تمام موصی احباب و خواتین کی توجہ کے لئے تحریر ہے کہ دفتر بہشتی مقبرہ کی جانب سے فارم تشخیص اصل آمد برائے تکمیل صدر صاحبان کی خدمت میں بھجوائے جا چکے ہیں لہذا اپنے اپنے فارم صدر صاحبان سے حاصل کر کے اس میں اپنی گذشتہ سالانہ آمد (یکم جولائی سے ۳۰ جون کے حساب سے) درج کر کے جماعت کے سیکرٹری مال صاحب کو دیدیں۔ سیکرٹری صاحب مال جماعت اپنی تصدیق سے وہ فارم دفتر ہذا کو ارسال کریں۔ اس سلسلہ میں قاعدہ نمبر ۶۹ بغرض اطلاع درج ہے۔

"ہر موصی کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ سالانہ فارم اصل آمد حسب نمونہ جدول ج پر کر کے دفتر کو بھجوائے فارم اصل آمد نہ آنے کی صورت میں صدر انجمن احمدیہ کو اختیار ہوگا کہ وہ مناسب تنبیہ کے بعد موصی کو بقایا دار قرار دے کر موصی کے خلاف مناسب تادیبی کارروائی کرے جو منسوخی وصیت بھی ہو سکتی ہے۔"

لہذا تمام موصی احباب اپنے فارم پر کر کے سیکرٹری صاحب مال کو دیدیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

باشرح لازمی چندوں کی اہمیت

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احباب جماعت احمدیہ بھارت کے نام اپنے ایک پیغام میں فرماتے ہیں:۔

"ہندوستان میں بکثرت ایسے کمانے والے افراد موجود ہیں جو یا تو کلیۃً جماعت کے مالی قربانی کے نظام میں ہی شامل نہیں، حتی کہ چندہ عام تک کی سعادت سے محروم ہیں۔ یا پھر چندہ ادا کرتے تو ہیں مگر شرح کے مطابق چندہ نہیں دے رہے اور سب سے بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ بغیر شرح کے چندہ ادا کرنے والوں میں صاحب حیثیت اور ذی ثروت احباب کا تناسب زیادہ ہے۔ میری ساری زندگی کا تجربہ یہ ہے کہ جو لوگ مالی قربانی میں خدا تعالیٰ سے صاف معاملہ نہیں رکھتے اور تقویٰ کے ساتھ اپنے مال میں سے اللہ اور اس کے دین کا حصہ الگ نہیں کرتے ان کے دیگر معاملات بھی بگڑ جاتے ہیں۔"

یہ امر مشاہدہ میں آیا ہے کہ بعض احباب لازمی چندوں کی طرف سے غفلت کرتے ہوئے طوعی چندہ جات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں یہ طریق درست نہیں ہے اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۹۸۳ء کی مجلس شوریٰ کے اجلاس مقام کوپن ہیگن میں مالی امور کے متعلق بحث کے دوران حضور انور سے جماعت احمدیہ ڈنمارک کے ایک دوست نے عرض کیا کہ حضور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لازمی چندہ جات تو ادا نہیں کرتے ہیں۔ لیکن دوسری مالی تحریکات میں حصہ لے لیتے ہیں۔ یا بعض رقوم صدقہ کے طور پر دے دیتے ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ:۔

"جو لوگ لازمی چندہ ادا نہیں کرتے اور دوسرے چندوں میں حصہ لے لیتے ہیں ان سے کسی قسم کا دوسرا کوئی چندہ نہ لیا جائے حتی کہ صدقہ کی رقم بھی نہ لی جائے یہ ایک بنیادی اصول ہے اس کی پابندی ضروری ہے۔" (الفضل ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۳ء بدر ۱۷ نومبر ۱۹۸۳ء)

میں امید کرتا ہوں کہ احباب جماعت اور عہدیداران جماعت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہر دو ارشادات کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہوئے مالی ذمہ داریاں کو احسن طریق پر سرانجام دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق بخشے آمین۔

نوٹ:۔ لازمی چندہ جات کی تفصیل یہ ہے:۔ زکوٰۃ۔ حصہ آمد۔ چندہ عام۔ چندہ جلسہ سالانہ۔

(ناظر بیت المال آمد قادیان)

احمدیہ مسلم مشن بھاگلپور کی تبلیغی مساعی

مکرم مولوی شیخ بارول رشید صاحب مبلغ بھاگلپور فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب پیغام صلح میں اصولی اقتباسات منتخب کر کے بکثرت اشاعت کرنا زیادہ بہتر ہے" کی روشنی میں مکرم آفتاب عالم صاحب کی بھرپور کوشش کے نتیجہ میں بھاگلپور سے شائع ہونے والا ہندی اخبار "اگنی وینا" AGNEE VINA جو پندرہ روزہ ہے اور جس کی اشاعت چھ ہزار ہے کے ایڈیٹر صاحب سے ملاقات کی گئی۔ اور جماعت احمدیہ کا تعارف کروایا گیا۔ اور ہندی زبان میں لٹریچر دیا گیا۔

انہوں نے پیغام صلح کے اقتباسات کی اشاعت کا وعدہ کیا اور اگلے شمارے میں اس کی اشاعت بھی کی اس طرح بفضلہ تعالیٰ چھ ہزار احباب تک اللہ تعالیٰ نے پیغام حق پہنچانے کی توفیق دی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مساعی میں برکت ڈالے۔

—o—

نو مبائعین کے علاقوں میں عید الاضحی کے عظیم الشان مناظر کی چند جھلکیاں

رپورٹ مرتبہ:۔ محترم مولانا حمید الدین صاحب شمس انچارج مبلغ آندھرا پردیش

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافتِ رابعہ کے بابرکت دور میں کئی اقوام تک اسلام و احمدیت کا پیغام پہنچانے کی افرادِ جماعت کو توفیق مل رہی ہے اور نئے نئے میدانوں کے دروازے خلافت کی برکت سے خدا تعالیٰ کھول رہا ہے اور یقیناً آج افرادِ جماعت احمدیہ فتوحات کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ اللہ کی تائیدات کے نظارے دیکھ کر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جن علاقوں میں چھوٹے بڑے اسلام کے نام سے تو واقف تھے۔ لیکن اسلامی تعلیمات سے ناآشنا تھے۔ آج وہاں اسلام و احمدیت کے لئے قربان ہونے کے لئے لوگ تیار ہیں چھوٹے چھوٹے بچے قرآن مجید پڑھ رہے ہیں تو کہیں احادیث زبانی یاد کر کے دکھائی دیتے ہیں اور کہیں یہ نوخیز طفل ممبر و محراب میں زبانی تقاریر کرنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام سناتے نظر دکھائی دے رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ان کے بڑے شراب اور سیندھی کے نشے سے چور رہا کرتے تھے لیکن آج اُن کی اولادوں کو افرادِ جماعت احمدیہ نے حضور انور کے ارشاد پر سنبھال لیا ہے جو ابھی کسی غلط عادت سے قریب بھی نہیں جاتے۔ اور کئی بڑے لوگ بھی نشہ چھوڑ چکے ہیں اور آج اُن لوگوں کو ایک ہی دھن سوار ہے کہ اس علاقہ میں احمدیت پھیل جائے کیونکہ احمدیت کی برکت سے ہمیں اور ہماری اولادوں کو اسلام ملا۔ اس مرتبہ عید الاضحی کا عظیم الشان دن ان علاقوں میں پوری شان اور وقار سے منایا گیا۔ ازدیادِ ایمان کے لئے اُن کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

★ **کالا گر چیپ**:۔ اس مقام پر تقریباً ۸۰ نفر نو مبائعین کے بچوں نے اجتماعی طور پر عید گاہ جو پہاڑ پر واقع ہے نماز عید ادا کی۔ مکرم مولوی زین العابدین صاحب معلم نے خطبہ عید دیا۔

★ **کنڈور**:۔ اس مقام پر بھی تقریباً ساڑھے تین سو افراد احمدی ہوئے ہیں۔ یہاں ایک وسیع مسجد زیرِ تعمیر ہے۔ جملہ افراد نے مل کر عید گاہ میں نماز عید ادا کی مکرم مولوی حبیب اللہ شریف صاحب معلم نے خطبہ عید دیا۔

★ **پالاکرتی**:۔ اس مقام پر ایک خوبصورت مسجد زیرِ تعمیر ہے۔ یہاں پر اکثریت احمدیوں کی ہے جب کہ غیر از جماعت اقلیت میں ہیں یہاں کے احمدی افراد کافی متمول ہیں اور کافی جذبہ احمدیت کے تعلق سے رکھتے ہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی مخالفین احمدیت کا براہین قاطعہ سے جواب دے سکتے ہیں۔ عید گاہ میں جلوس کی شکل میں پہنچے اور لاؤڈ سپیکر لگا کر یہاں نماز عید ادا کی گئی خطبہ عید مکرم مولوی عبد الرؤف صاحب ناظر سرکل انچارج نے دیا۔

★ **اوتاپور**:۔ اوتاپور اور نانچاری مڈور ہر دو گاؤں کے افراد نے اوتاپور میں نماز عید ادا کی مکرم سراج احمد صاحب سابق معلم وقف جدید احمدیہ قادیان نے خطبہ عید دیا۔

★ **منچی اپلی**:۔ اس مقام پر عالمگیر کے دورہ کی مسجد اللہ تعالیٰ نے جماعت کو دی اور پیش امام کبھی نہ ملا کی۔ نماز عید مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب نے پڑھائی اور خطبہ دیا۔ اس مقام پر چینور کے دوستوں نے بھی شرکت فرمائی۔

★ **تھا مرلہ پاڑ**:۔ اس مقام پر نماز عید جملہ افراد نے مکرم مولوی فیضان اللہ صاحب کے ساتھ ادا کی۔

★ **اسلام پور**:۔ اس مقام پر مکرم ڈاکٹر عبد المنان صاحب نے جملہ نو مبائعین کو نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا۔

★ **اکالہ پلی**:۔ اس مقام پر مسجد زیرِ تعمیر ہے افرادِ جماعت نے مکرم مولوی نصیر احمد صاحب بھٹی کے ہمراہ نماز عید ادا کی۔

★ **چیپہ گوڑا**:۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مسجد کے ساتھ جماعت عطا فرمائی ہے۔ اور اس مقام کے قریب سمندر پالی میں بھی مسجد اور جماعت قائم ہے دو مقامات کے افراد نے چیپہ گوڑا کی مسجد میں نماز عید ادا کی مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب نے خطبہ عید دیا۔

★ **تھما پیٹھ**:۔ سارا گاؤں احمدی ہے الحمد للہ۔ یہاں کے سرپنچ حیدر علی صاحب جو ۲۲ سرپنچوں پر نائب صدر ہیں احمدی ہوئے اور پورے گاؤں نے یکجائی طور پر نماز عید ادا کی خطبہ عید مکرم مولوی اسماعیل خان صاحب نے دیا۔ عید گاہ کو خوبصورت رنگ میں سجایا گیا نماز عید ادا کی اور جملہ مولوی صاحب موصوف نے خطبہ عید دیا۔

★ اس مقام پر مولوی اسماعیل صاحب سو نگر وی سے مناظرہ ہونا تھا جس میں جماعت نے نمایاں طور پر مخالفین احمدیت کو مجبور کر دیا کہ وہ بے اختیار کہہ اٹھے کہ مناظرہ بند کر دیا جائے۔ جماعت کی عظیم الشان فتح کے بعد ان علاقوں میں کثیر تعداد سے لوگ جوق در جوق احمدیت کو قبول کر رہے ہیں۔ چیرانوالی کے نو مبائعین افرادِ جماعت اور گنگنور کے نو مبائعین اور مخلص احمدی گھرانوں نے نماز عید ادا کی خطبہ مکرم مولوی رفیق احمد صاحب طارق مبلغ سلسلہ نے دیا۔

★ **وردھمان کوٹ**:۔ اس مقام پر بھی حال ہی میں احمدیت کا پودا لگا ہے۔ نماز عید ادا کی گئی اور مکرم مولوی محمد ظفر اللہ صاحب معلم نے نماز عید پڑھائی اور خطبہ عید دیا۔ معلم صاحب موصوف سری لنکا کے رہنے والے ہیں۔

★ **گر میڈا پلی**:۔ اس مقام پر احمدیوں کی تعداد کم ہے لیکن پھر بھی ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس مقام پر باوجود اس کے کہ مخالفین نے مناظرہ کا چیلنج دیا۔ محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد آٹھ نجیب کاروں میں مقام مناظرہ پر پہنچے اور لاؤڈ اسپیکر لگا کر خاکسار کو جماعت کی طرف سے مناظرہ کے فرائض انجام دینا تھا۔ اور خاکسار تقریر کر رہا تھا کہ مخالف مولویوں نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس مقام پر مکرم مولوی عبد السلام صاحب نے خطبہ دیا۔

★ **ترٹہ گوڑ**:۔ اس مقام پر ایک خوبصورت مسجد ہے جس کی تعمیر کے لئے محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد نے خصوصی تعاون فرمایا۔ مکرم مولوی سعید احمد انور صاحب معلم نے خطبہ عید دیا اور نماز عید پڑھائی۔

متعدد مقامات پر بھی نماز عید کے نتیجہ میں مناظر پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر مساعی کو قبولیت دوام بخشے۔ احمدیت کا قافلہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نشان دیکھتا ہوا ایک عزم محکم کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور باوجود شدید مخالفت کے مبلغین و معلمین کو اللہ تعالیٰ نے ناقابلِ شکست حوصلے دیئے ہیں جو مخالفین کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ تمام افرادِ جماعت سے خصوصی طور پر دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

اِن علاقوں میں نوجوانانِ احمدیت کے لئے خصوصی طور پر وقفِ عارضی کا کھلا میدان ہے ۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

درخواستِ دُعا

(۱):۔ محترمہ طاہرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عبد الحلیم صاحب کیرنگ سے اعانت بدر میں پندرہ روپیہ جمع کرواتے ہوئے اپنے بچوں کی صحت و سلامتی کامل شفایابی دینی و دنیوی ترقیات اور پریشانیوں کے ازالہ کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

(۲):۔ مکرم گل محمد شاہ صاحب کیرنگ سے دس روپے اعانت بدر میں جمع کرواتے ہوئے اپنی بچی کے میٹرک کے امتحان میں نمایاں کامیابی اور روشن مستقبل کے لئے نیز جملہ مشکلات کے ازالہ کے لئے درخواستِ دعا کرتے ہیں۔

خاکسار۔ مبارک احمد تقوی منتظم مکتبہ احمدیہ قادیان

اذکروا موتاکم بالخیر (الحدیث)

قبولِ احمدیت میں ہماری داستاں ہے

آہ! ڈاکٹر محمد حسین صاحب ساجد

از مکرم ڈاکٹر میاں محمد طاہر صاحب PORTLAND OREGON. U.S.A

اوراق پارینہ زرد خشک پتوں کی طرح ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اور جوں جوں خزاں بڑھتی چلی آرہی ہے اوراقِ ماضی کا انبار بھی بڑھتا چلا جارہا ہے انہی زرد خشک پتوں کے درمیان کہیں کہیں مرجھائے ہوئے پھول بھی پڑے ہیں۔ خار مغیلاں کی چبھن تو بھول چکا ہوں لیکن ان پھولوں کی خوشبو اب بھی ذہن میں تازہ ہے۔ ایک وقت تک تو یہی احساس رہا کہ یہیں داغ اپنا دکھا جائیں گے لیکن شاید زندگی نے ابھی کچھ دن اور لگا رکھے ہیں اس لئے ورق گردانی کرنا میرا مشغلہ بن رہا ہے۔ جب بچپن کا ساتھی ساتھ چھوڑ کر مرجھایا ہوا پھول بن گیا تو اچانک ورق گردانی چھوڑ دی اور تب سے اب تک اس سوچ میں ہوں کہ ایسے لوگ کیوں اتنی جلدی رخصت ہو جاتے ہیں کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کو ہی رفیقِ اعلیٰ کہتے تھے لیکن پھر بھی وہ دلوں پر اتنا گہرا اثر کیوں چھوڑ جاتے ہیں؟ وہ کونسی جاذبیت تھی کہ جس کی وجہ سے لوگوں کے دل محبت سے پُر ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے چلے جانے سے ایک نہ پُر ہونے والا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حسین ساجد زندگی میں اچانک تو داخل نہ ہوا تھا۔ لیکن اچانک رخصت ہو گیا۔ ۴۲ برس تک جن راہ گزاروں پر بھی کاروانِ حیات چلتا رہا وہ قدم ملا کے گامزن رہا۔ جماعت احمدیہ کی خدمت کی بات چلی تو صفِ اوّل میں کھڑا نظر آیا۔ جان بازی اور عزت کی قربانی کا وقت آن پڑا تو لبیک۔ لبیک پکارتا رہا۔ اپنی منزل کا تعین اس نے بڑی چھوٹی عمر میں کر لیا تھا۔ اور پھر اسی راستہ پر رواں دواں رہا۔ کونسی مشکل تھی جو پیش نہ آئی۔ وہ کونسی تکالیف تھیں کہ جس کا اسے سامنا نہ کرنا پڑا۔ وہ ہر مصیبت سے نبرد آزما رہا۔ عزیزان و اقرباً سے لے کر غیروں تک اُسے زخم پر زخم لگاتے رہے۔ لیکن وہ کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لایا۔ اور کبھی کسی کے خلاف ایک لفظ بھی نہ کہا۔ غصّہ کی حالت میں بھی غصّہ کا اظہار نہ کر سکتا تھا۔ اور خاموش ہو جاتا۔ غم اور خوشی کے مواقعوں پر صرف مسکراتا رہتا۔ موجِ غم جب بھی پلٹ آتی ساجد کا سر موج سے اوپر ہی رہا۔ اور اس کے تھپیڑے اسکا بال خم نہ کر سکے۔

ساجد سے میری جان پہچان اس وقت ہوئی جب ہم مسلم ہائی سکول امرتسر میں پڑھا کرتے تھے۔ لیکن دوستی ۱۹۴۵ء میں ہوئی۔ جب ہم ایم اے او کالج امرتسر میں تعلیم پا رہے تھے۔ اُن دنوں ساجد کے نام سے اُسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اسکا نام محمد حسین تھا۔ اُس کے والد صاحب چوہدری فیروزالدین ایڈووکیٹ امرتسر تھے۔ محمد حسین کے چار بھائی اور پانچ بہنیں تھیں۔ وہ بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ اُس کے والد صاحب ایک دُنیا دار لیکن مذہب سے دلچسپی لینے والے تھے۔ نویں جماعت میں ایک دن مذہبی بحث کے بعد جماعت کے سب لڑکوں نے میری خوب پٹائی کی۔ لیکن محمد حسین اس میں شامل نہ ہوا۔ وہ متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا کہ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ اگر بحث میں شرکت ہوئی بھی تھی تو مار پٹائی کی کیا ضرورت تھی۔ جب میں ایف اے۔ او کالج میں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو پہلی مرتبہ محمد حسین سے میری گفتگو شروع ہوئی۔ اُس نے F.Sc. (Non Medical) میں داخلہ رکھا تھا اور میں F.Sc. Medical میں پڑھ رہا تھا۔ اُس کا ارادہ انجینئر بننے کا تھا اور میں ڈاکٹر بننے کی سوچتا تھا۔ چونکہ ہم دونوں کے گھروں کا راستہ ایک ہی تھا۔ کالج کے بند ہونے پر جب گھر کیلئے چلتے تو ساجد کا گھر پہلے پڑتا تھا اتنے میں دونوں بات چیت کرتے گھر پہنچ جاتے۔ ایک دن جب گفتگو لمبی ہو گئی تو محمد حسین میرے ساتھ ہی ہمارے گھر تک آ گیا۔ میں نے گھر میں آنے کی دعوت دی۔ جب بیٹھک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو ٹھٹھک گیا۔ اور پوچھا کہ یہ کس کی تصویر ہے۔ میں نے بتایا کہ یہ تصویر ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر ہے۔ محمد حسین کچھ دیر تک غور سے دیکھتا رہا۔ اور گہری سوچ میں کھو گیا پھر گردن جھٹکا کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ وہ دن ہماری مذہبی گفتگو کے آغاز کا دن تھا اگرچہ وہ سوال پوچھتا تھا لیکن یوں محسوس ہوتا تھا کہ جواب تو اُسے آتا ہی تھا لیکن سوال پھر بھی اُس نے پوچھ ہی لیا۔ اس سے قبل ہماری گفتگو شعر و شاعری اور ادبیات پر ہوا کرتی تھی اب بات چیت کا موضوع احمدیت ہو گیا۔ پھر ایک دن پوچھنے لگا کہ کیا میں تم لوگوں کے ساتھ احمدیہ مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے جا سکتا ہوں۔ چنانچہ جمعہ کے دن محمد حسین ٹوپی پہنے مسجد جانے کے لئے تیار کھڑا تھا۔

اور پھر باقاعدگی سے نماز اور نماز جمعہ مسجد احمدیہ میں پڑھنا شروع کر دی۔ ایک دن اُس کے والد صاحب نے میرے والد صاحب میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ امرتسر سے کہا کہ آپ نے میرے بیٹے پر کیا جادو کر دیا کہ اس نے باقاعدہ پانچ وقت نماز پڑھنا شروع کر دی ہے۔ سر پر ٹوپی پہنتا ہے۔ سگریٹ پینا بند کر دیئے ہیں اور گھر میں بھی مذہبی باتیں کرتا رہتا ہے۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

محمد حسین میں آہستہ آہستہ مذہبی رجحانات کا اضافہ ہوتا گیا اور دُنیا داری اور دُنیا پرستی سے کنارہ کشی ہوتا گیا۔ اگرچہ عمر ابھی چھوٹی تھی لیکن سوچ بچار بدل گئی۔ اور اُس میں پختگی آنے لگی۔ اُس کا لباس بدل گیا اُٹھنے بیٹھنے اور بات چیت کا انداز بدل گئے۔ موضوعِ سخن بدل گیا۔ اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کی مشعل راہ لیئے سکونِ قلب کے ساتھ ایک نئی مصائب بھری شاہراہ پر گامزن ہو گیا۔

آہستہ آہستہ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلنے لگی کہ چوہدری فیروزالدین صاحب کا لڑکا محمد حسین مرزائی بن گیا ہے۔ نماز۔ روزہ۔ جمعہ۔ تلاوت قرآن مجید۔ وہ بات جو کل تک باعثِ فخر تھی اب باعثِ پریشانی بننے لگی۔ چوہدری فیروزالدین صاحب یہ تو نہ کہہ سکے کہ نماز پڑھنا بند کر دو۔ جمعہ پڑھنا ترک کر دو یا قرآن مجید کی تلاوت مت کیا کرو۔ لیکن اس بات کا حکم دیا کہ جمعہ کے لئے احمدیوں کی مسجد میں مت جایا کرو۔ اور ہمارے گھرانے سے تعلق ختم کر دو۔ جوں جوں محمد حسین کے رشتہ دار اُس کے والد صاحب پر دباؤ ڈالتے اور دھمکیاں دیتے کہ اُن کی لڑکیوں کو طلاق دے دی جائے گی۔ وہ گھبرا کر محمد حسین پر سختیوں کا دور شروع کر دیتے۔ کبھی گالیوں کی بوچھاڑ ہوتی تو کبھی جیب خرچ بند کر دیا جاتا۔ لیکن ان تمام تکالیف کو محمد حسین ایک مسکراہٹ سے برداشت کر جاتا اور حرفِ شکایت تک اپنی زبان پر نہ لاتا۔ محمد حسین ایک صحنی۔ دُبلا پتلا کمزور سا میانے قد کا لڑکا تھا۔ اُس کا وہ مسکراتا سا چہرہ اب بھی میرے سامنے ہے۔ وہ ہمارے گھر میں داخل ہوتا تو ابا جان بھی آ بیٹھتے ہر طرح کی باتوں سے سلسلہ شروع ہوتا تو تمام مذہبی باتوں پر ٹوٹتی۔ محمد حسین ہر بات سُنتا۔ کبھی کچھ نہ کبھی ابا جان سے سوال پوچھتا اور معلوم دیتا تھا کہ کوئی بات بھی تو نہ تھی کہ جس سے اُسے کوئی اختلاف ہو۔ وہ مذہبی بحث نہیں کرتا تھا تو یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ علم حاصل کر رہا ہو اور گفتگو کے درمیان لگا ہے بیگانہ تائیدی جملے بھی کہہ دیتا۔ کبھی کبھار کسی غیر احمدی صاحب سے میری مذہبی بحث ہو جاتی تو محمد حسین خاموشی سے سننے کی بجائے میری طرف سے بحث میں شامل ہو جاتا۔ محمد حسین کو شعر و شاعری اور

ادبیات میں کچھ تھوڑا بہت شغف تھا۔ ہمارے گھر سے تعلق کی وجہ سے یہ اور بھی بڑھ گیا۔ وہ بعض اوقات اپنے ٹوٹے پھوٹے شعروں میں حسن تخلص کرتا تھا۔ میں نے ایک دن اُسے کہا کہ محمد حسین حسن کی بجائے محمد حسین ساجد کہلاؤ تو بہتر سنائی دیتا ہے۔ اور ساجد اچھا بھی لگتا ہے۔ چنانچہ اُس نے یہ تخلص اختیار کر لیا اور پھر آہستہ آہستہ لوگ محمد حسین کا نام تو بھول گئے اور وہ ساجد کے نام سے پکارے جانے لگے ہمارے ہاں اکابر سلسلہ اور علماء کا آنا جانا تھا۔ ساجد ان سے ملتا جماعت کی باتیں سُنتا۔ اُسے روایاتِ سلسلہ کا پتہ چلتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں سُنتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے خطبات پڑھتا اور جب کبھی حضور رضی اللہ عنہ کا امرتسر سے گذر ہوتا تو یا ریلوے سٹیشن یا بٹالہ کی سڑک پر جا کھڑے ہوتے۔ حضور اباجان کو دیکھ کر کار رکوا لیتے اور اس طرح اپنی محبت کے سلوک میں کچھ اور اضافہ کر جاتے اور ہم اور ساجد حسن و احسان کی چادریں لپیٹ جاتے اور پھر کئی دن تک حضور کے علاوہ کسی اور کی بات نہ کرتے۔

یہ ۱۹۴۶ء کے اوائل کی بات ہے کہ ساجد ہمارے ہاں آئے۔ اُن کی آنکھوں میں کچھ نمی تھی لیکن چہرے پر وہی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو کہنے لگے کہ کئی دن سے میرے ابا جان کو میرے بہنوئی دھمکیاں دے رہے ہیں کہ اگر تمہارے بیٹے نے مرزائیت سے توبہ نہ کی تو تمہاری بیٹیوں کو طلاق دے دی جائے گی۔ چنانچہ کل رات اباجان نے پٹھانی چپل کے ساتھ مجھے بہت پیٹا۔ میرا سارا جسم دُکھ رہا ہے۔ میرے والد صاحب کو علم ہوا تو بہت دُکھی ہوئے لیکن یہ وہ تکالیف تھیں جو ساجد کو سونے سے کندن بنا رہی تھیں۔ وہ بھٹی میں جل رہے تھے۔ لیکن اپنی حالت پہ خوش تھے یہ پورا دن ساجد ایک ہی مصرعہ گنگناتے رہے کہ

"ہم نے دل میں ٹھانی اور ہے"

دوسرے دن صبح سویرے ساجد کے والد صاحب ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے۔ ہم باہر آئے تو دیکھا وہ رو رہے کھڑے ہیں۔ کہنے لگے کہ کل میں نے ساجد کی پٹائی کی تھی۔ وہ رات گھر نہیں آیا۔ وہ آپ کے ہاں تو نہیں ہے۔ ساجد نے مجھے بھی نہ بتایا تھا کہ اُس نے دل میں کیا ٹھانی تھی۔ اس لئے میں سوائے اس کے کچھ نہ کہہ سکا کہ مجھے تو کچھ علم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ اب تخیال بھی خیال کی اُڑان انسان کو نے جا سکتی تھی ہم نے اُنہیں ڈھونڈا لیکن وہ کہیں نہ ملے۔ اُس کے رشتہ داروں کے ہاں پہنچے۔ دوستوں کے گھروں میں ڈھونڈا پھر لاہور میں اُن کی خالہ کے ہاں تلاش کیا گیا لیکن ساجد کہیں نہ ملے۔ پھر اچانک ساجد کے والد صاحب کہنے لگے کہ چلو قادیان چلیں شاید وہ وہاں چلا گیا ہو۔ چنانچہ ہم دونوں قادیان پہنچے بڑے بازار سے گذر رہے تھے تو دیکھا کہ ساجد میرے ماموں رشید احمد صاحب کی ٹرنکوں کی دوکان میں اُن کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ہم دونوں کو آتا دیکھ کر وہیں کھڑے رہے اور پھر اپنے والد صاحب سے کہنے لگے کہ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر دستی بیعت کر لی ہے۔ اور میرا ارادہ اب قادیان میں ہی رہنے کا ہے۔ دینی تعلیم حاصل کروں گا۔ اور اگر ہو سکا تو دنیاوی بھی حاصل کروں گا۔ اور اگر نہ ہو سکا تو نہ سہی۔ پھر مجھے کہنے لگے کہ ظاہر جب تمہاری سکول میں پٹائی ہوئی تھی تب میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا آؤ میرے ساتھ چلو۔ اور پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل دیا۔ اور جب میں پہلی مرتبہ تم لوگوں کے گھر آیا اور میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو تب مجھے معلوم ہوا کہ جنہیں میں نے خواب میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا تھا وہ در حقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ میں تو تبھی احمدی ہو چکا تھا۔ یہ ڈیڑھ دو برس کا زمانہ معلومات حاصل کرنے میں گذارا ہے۔

ساجد اپنے والد صاحب پر اس عارضی مفارقت کا اثر دیکھ کر اور اُن کے بار بار کہنے پر کہ گھر چلو۔ ساجد امرتسر واپس آ گئے۔ اور پھر کچھ عرصہ کے لئے سختی کی زبان اور سختی کا بازار گرم کیا گیا۔ لیکن بہت اور سلوک کا فقدان ہو گیا۔ وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے بھی اپنے گھر میں نہ تھے یا رہے۔ ۱۹۴۷ء میں امرتسر فسادات کی آگ میں جل اُٹھا۔ قتل و غارت نے امن و امان کے دن ختم کر دیئے۔ لوگ کے پیاسوں کی خون آشام تلواریں لہرانے لگیں اور بچہ و مرد و زن کے سروں کو قلم کرنے لگیں آہستہ آہستہ اُن کی وکالت کی پریکٹس کم ہونے لگی۔ آمدنی کی کوئی اور صورت نہ تھی۔ اس لئے ساجد کے والد صاحب نے راولپنڈی میں کاروبار کرنے کا فیصلہ کیا اور سوچا کہ اپنے بیٹوں کو دوکان پر بٹھا دیں گے اور خود وکالت کی پریکٹس کو امرتسر میں جاری رکھیں گے۔ اگر حالات بد سے بدتر ہو گئے تو پھر خود بھی راولپنڈی چلے جائیں گے۔ اگرچہ ساجد ایک ذہین طالب علم تھے لیکن اُن کے والد صاحب کا یہی فیصلہ تھا کہ ساجد کی تعلیم کو ختم کر دیا جائے اور کاروبار کو ہی ذریعہ معاش بنایا جائے۔ چنانچہ اپریل ۱۹۴۷ء میں ساجد کا پورا گھرانہ منتقل ہو کر راولپنڈی چلا گیا۔ ساجد کے چلے جانے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی لیکن اب کوئی چارہ نہ تھا۔

ساجد سے میری خط و کتابت جاری رہی۔ ہم لوگوں کو چونکہ علم تھا کہ فسادات کی آگ ابھی اور بھڑکے گی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے احکامات بار بار آ رہے تھے کہ کسی صورت فسادات بند کرنے کی کوشش کی جائے۔ مسلمانوں کو سمجھایا جائے۔ پھر سکھوں کے لئے بہت سا لٹریچر تیار کر کے امرتسر میں تقسیم کے لئے دیا گیا۔ لیکن ان تمام کوششوں کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بلکہ فسادات کی آگ دوسرے اضلاع میں بھی پھیلنے لگی۔

ساجد نے راولپنڈی سے خط میں لکھا کہ اگر قادیان پر حملہ کی کوئی خبر ہے تو مجھے ضرور لکھنا۔ مجھے معلوم ہوا کہ شاید قادیان پر گیارہ جون کو حملہ ہو گا۔ میں نے خبر ملتے ہی ساجد کو خط لکھا۔ اُنہوں نے دوکان اپنے بھائی کے سپرد کی اور والدہ کو خدا حافظ کہہ کر امرتسر پہنچ گئے۔ جب اُن کے والد نے اُنہیں دیکھا تو پھر غصہ کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور گرجتے ہوئے پوچھا کہ تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔ میں تو تمہیں راولپنڈی میں دوکان پر بٹھا کر آیا تھا۔ ساجد نے جواب دیا کہ حفاظت مرکز کے سلسلہ میں آیا ہوں اور دو ایک روز میں قادیان چلا جاؤں گا۔ ساجد کے والد صاحب کے لئے یہ بات ناقابل سمجھ تھی بلکہ ناقابل برداشت تھی۔ وہ ایک مضبوط تن و توش جسیم قد آور آدمی تھے اُنہوں نے ساجد کو مضبوطی سے گردن سے پکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے ہمارے گھر لے آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور پھر دروازہ کھلنے پر ساجد کو گھر کے اندر دھکیل دیا اور بلند آواز سے کہا کہ میاں عطاء اللہ صاحب سنبھالئے اس لڑکے کو جہاں بھی لے جانا ہو۔ میری والدہ صاحبہ چھوٹے بہن بھائی قادیان پہلے ہی جا چکے تھے۔ اب میں، ساجد اور میرے چھوٹے بھائی برادرم محمد منیر تینوں صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب جو اُن دنوں امرتسر میں ڈپٹی کمشنر تھے۔ مکرم پیر صلاح الدین صاحب مجسٹریٹ کے ساتھ ٹرک میں بیٹھ کر قادیان پہنچ گئے۔ حفاظت مرکز کے سلسلہ میں ہم لوگوں کی یہ پہلی رات تھی جو مرکز میں گذاری۔ ہم مہمان خانہ میں سوئے ہوئے تھے کہ اچانک خاموشی سے خدام کے دوڑنے کی آواز سے اُٹھ بیٹھے۔ یہ ۱۱ جون ۱۹۴۷ء کی رات تھی۔ معلوم ہوا کہ بھینی کی طرف سے حملہ ہوا ہے۔ لیکن چونکہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ کس حلقہ میں جائیں اور کس طرح تنظیم میں شامل ہوں اور کس نگران سے بات کریں۔ اس لئے چپ چاپ حسرت بھری نظروں سے خدام کو دیکھتے رہے کہ جنہیں جماعت کی خدمت کی توفیق مل رہی تھی۔ صبح ہوتے ہی ہم محترم مرزا محمد حیات صاحب دواخانہ رفیق حیات۔ نگران حلقہ مسجد فضل کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ میں نے اپنا اور اپنے چھوٹے بھائی میاں محمد منیر اور محمد حسین ساجد کا تعارف کرایا۔ مختصر سی گفتگو کے بعد ہماری ڈیوٹیاں لگا دی گئیں۔ (باقی آئندہ)

درخواست دعا۔ خاکسار کی والدہ محترمہ APPENDISIDES کی مریضہ ہیں ان دنوں بیماری کا شدید حملہ ہے اور زیر علاج ہیں والدہ محترمہ کی صحت کاملہ عاجلہ نیز والد محترم کی پریشانیوں کے ازالہ اور مقبول خدمات دینیہ کی توفیق پانے کیلئے درخواست دعا ہے

(قمر الحق متعلم مدرسہ احمدیہ)

نصرت الٰہی کے پُر کیف نظارے

نیوزی لینڈ سے مکرم محمد امجد طارق صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ پچھلے سال نومبر میں میرے سپروائزر صاحب نے پی ایچ ڈی کے لئے سکالرشپ کے لئے درخواست دی تھی لیکن سکالرشپ نہ مل سکا۔ پھر پچھلے دو تین ماہ سے سروس کے لئے کوشش وغیرہ کی۔ لیکن سروس کا بھی کوئی مناسب بندوبست نہ ہو سکا پچھلے دو تین ماہ سے بہت پریشان تھا اور چار یونیورسٹیوں میں بھی پی ایچ ڈی کے سکالرشپ کے لئے درخواست دی لیکن کوئی مثبت جواب نہیں۔ پھر مکرم بشارت احمد جمیل صاحب نے امریکہ بلانے کے لئے کوشش کی اور امریکہ کے ویزے کا بندوبست ہو گیا۔ اور اسی دوران نیوزی لینڈ میں ہی دو یونیورسٹیوں نے مجھے پی ایچ ڈی کے سکالرشپ کے لئے OFFER کی۔ جو کہ ایک OTAGO UNIVERSITY OF SCIENCE میں TEXTILE میں ایک ریسرچ پروجیکٹ کے لئے ہو کہ WELLINGTON کا NATIONAL MUSEUM SPONSOR کیا ہوا ہے اور پروجیکٹ یہ ہے کہ میوزم میں CARYING وقت کے ساتھ ساتھ MOARIS DETERIORATE OR DEGRADED ہوتی جاتی ہیں اس کی STUDY کرنی ہے کہ کیا کیا کیمیکل تبدیلیاں وقت کے ساتھ ساتھ ہوتی ہیں اور انکو PRESERVE کرنے کا کیا حل ہے اور یہ سکالرشپ سالانہ $ 10,000 ہے اور تین سال کے لئے ہے اور یہ میری یونیورسٹی کی فیس بھی $ 5000 بھی ادا کریں گے اور اگر LABORATORY میں UNDERGRADUATE کو DEMONSTRATION کریں تو وہ تین ہزار ڈالر سالانہ اور دیں گے۔ اور دوسرا سکالرشپ CHRISTCHURCH — UNIVERSITY OF CANTERBURY نے OFFER کیا ہے اور اس یونیورسٹی میں ریسرچ پروجیکٹ یہ ہے کہ سمندر سے مختلف قسم کے پودے اور جانور کے SAMPLES سے کیمیکلز نکال کر ان کا کیمیائی STRUCTURE کا STUDY کرنی ہے یہ کیمیکلز کینسر کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ پروجیکٹ زیادہ ATTRACTIVE ہے مستقبل میں بھی جاب کے کافی CHANCES ہیں اور یہاں سکالرشپ $ 7400 سالانہ ہے (یعنی فیس ادا کرنے اور DEMONSTRATION کے بعد) اور اس یونیورسٹی میں میرے سپروائزر صاحب نے کہا کہ آپ مسلمان ہیں میں نے کہا جی بالکل۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے لئے دن کے دوران ڈیپارٹمنٹ میں نماز کا بھی بندوبست کر دیں گے۔ مجھے یہ سن کر وہ خوشی ملی جس کا الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے اور مجھے پانچ سال قبل پاکستان کا وہ دور یاد آیا جب میں پنجاب یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا اور ایک روز ہوسٹل میں میرے کمرے میں میرے فیلو کے کچھ دوست بیٹھے ہوئے تھے اور ساتھ نماز عصر کا وقت گزر رہا تھا چنانچہ میں نے ہوسٹل کی مسجد میں جا کر نماز پڑھ لی۔ اور کچھ ہوسٹل فیلوز نے مجھے دیکھ لیا اور اسی وقت SUPERINTENDENT صاحب کو درخواست کی کہ اس نے ہماری مسجد میں نماز پڑھی ہے اس لئے اس کو ہوسٹل سے نکالا جائے۔ چنانچہ اسی دن مجھے SUPERINTENDENT صاحب نے ہوسٹل خالی کرنے کا نوٹس دے دیا میں نے درخواست کی کہ میرے کمرے میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور نماز کے لئے جگہ نہیں تھی اس لئے میں نے مسجد میں نماز پڑھ لی اس لئے مجھے معاف کر دیا جائے تو SUPERINTENDENT صاحب نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔ لیکن جب ہوسٹل فیلوز کو معلوم ہوا تو وہ دوبارہ SUPERINTENDENT صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ ہر صورت میں نکالا جائے چنانچہ SUPERINTENDENT صاحب نے مجھے کہا کہ آپ کے لئے بہتر ہے کہ آپ ہوسٹل خالی کر دیں دگرنہ پاکستان کے قانون کے مطابق آپکو تین سال جیل جانا ہوگا۔ چنانچہ میں نے فوراً ہوسٹل خالی کر دیا چنانچہ اب جب کبھی پاکستان کا خیال آتا ہے سخت روتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت دے اور پھر ۱۹۸۷ء میں لودھراں کی مسجد پر کلمہ طیبہ لکھنے کے مقدمہ میں دس دن بہاولپور جیل میں رہنے کا موقعہ ملا اور جو پاکستان کی جیلوں میں قیدیوں سے سلوک کرتے ہیں اُس کا خدا ہی حافظ ہے۔ اکثر اپنے احمدی بھائیوں کا خیال آتا ہے جو پاکستان کی جیلوں میں ہیں تو سخت روتا ہوں تڑپتا ہوں اب بھی بار بار تڑپ رہا ہوں اللہ تعالیٰ ہی پاکستان کی قوم کو ہدایت دے (آمین) اور پھر ۱۹۸۴ء میں جنرل ضیاء صاحب نے بیان دیا کہ "احمدیوں کو یا تو کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو جانا چاہئے یا ملک چھوڑ دینا چاہئے" جو کہ جنگ اخبار کے پہلے صفحہ پر سب سے بڑی سرخی تھی۔ اور یونیورسٹی کی لائبریری میں میرے کلاس فیلوز بھی یہ بیان پڑھ کر مجھے ستا رہے تھے۔ یعنی پاکستان میں سب فرعون سے کم نہیں اللہ تعالیٰ ہی انکو ہدایت دے (آمین)۔

پچھلے دو سال کے اندر بھی مجھے یہاں UNIVERSITY OF OTAGO میں باقاعدہ ظہر و عصر کی نماز پڑھنے کی بھی توفیق ملی (الحمد للہ) HEAD OF DEPT صاحب نے مجھے ڈیپارٹمنٹ میں ہی نماز پڑھنے کی اجازت دی ہوئی تھی بلکہ انہوں نے کہا کہ نماز کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو ہم مہیا کر دیں گے۔

مجلس انصار اللہ بھارت کا گیارہواں سالانہ اجتماع

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت مجلس انصار اللہ بھارت کے گیارہویں سالانہ اجتماع کیلئے 17 - 18 - اکتوبر ۱۹۹۰ء کی تاریخیں منظور فرمائی ہیں اراکین مجلس انصار اللہ بھارت اس اجتماع میں شمولیت کے لئے تیاری کریں اور مجالس کی سو فیصدی نمائندگی کے لئے بھرپور کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا یہ اجتماع کامیاب اور بابرکت کرے آمین۔

صدر اجتماع کمیٹی مجلس انصار اللہ بھارت قادیان

منقولات

برطانیہ میں مقیم احمدی فرقہ کے افراد بے حد خوش ہیں

ان کے خلیفہ مرزا طاہر احمد صاحب کا کہنا ہے کہ پاکستان میں اب فوج ہی ہمت کر کے احمدیوں کو انصاف دلا سکتی ہے۔ احمدی خلیفہ نے کہا ہے کہ بے نظیر کی سرکار نے ان کی گرفتاری کے لئے اس الزام میں وارنٹ گرفتاری جاری کئے تھے کہ انہوں نے اپنے آپکو مسلمان لکھا تھا خلیفہ مرزا طاہر احمد جنرل ضیاء کے عہد حکومت میں پاکستان سے ترک وطن کر کے یہاں آ گئے تھے انہوں نے جنرل ضیاء کی موت سے پہلے پیش گوئی کی تھی کہ یہ ظالم و جابر حکمران جلد ہی مارا جائے گا۔

کچھ دن پہلے انہوں نے اپنے طور پر یہ پیش گوئی کی تھی کہ بے نظیر کی سرکار جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ احمدیوں کا کہنا ہے کہ پاکستان میں ان پر ظلم ہو رہے ہیں اگر وہ کسی سے ملاقات کے وقت "سلام علیکم" کہتے ہیں تو انہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ وہ نماز ادا نہیں کر سکتے۔ اور ربوہ میں ان کے اخبار "الفضل" کے ایڈیٹر کو اس الزام میں گرفتار کر لیا گیا کہ انہوں نے اخبار میں قرآن شریف کی ایک آیت شائع کی تھی۔ احمدیوں کی مسجدیں مسمار کی گئی ہیں وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں تو انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا جاتا ہے۔

(روزانہ ہند سماچار جالندھر 17 - اگست ۱۹۹۰)

درخواست دعا | خاکسار کا (HYDRO CELE) کا اپریشن وسط ستمبر میں کلکتہ میں ہونے والا ہے۔ اپریشن کی کامیابی کے لئے عاجزانہ درخواست دعا ہے۔

شیخ محمد علی بنگالی متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

اتر پردیش اردو اکادمی

چیرمین اردو اکادمی کی اپیل

قیصر باغ لکھنؤ۔

لکھنؤ۔ ۲۷ ر اگست۔ اتر پردیش اردو اکادمی کے چیرمین ڈاکٹر محمد یونس نگرامی نے مندرجہ ذیل بیان جاری کرتے ہوئے محبان اردو سے یہ پُرزور اپیل کی ہے کہ وہ سرکاری اسکولوں میں اردو اساتذہ سے متعلق اکادمی کو جلد معلومات فراہم کرنے کی زحمت کریں

" اتر پردیش اردو اکادمی کو وقتاً فوقتاً یہ شکایات موصول ہوتی رہی ہیں کہ حکومت کسی جانب سے مقرر کردہ اردو اساتذہ اردو کی تعلیم کی بجائے دوسرے مضامین کی تعلیم دے رہے ہیں۔

اتر پردیش کے محبان اردو سے میری یہ اپیل ہے کہ اردو زبان کی بقا اور ترقی کے لئے وہ اپنے علاقوں میں قائم شدہ سرکاری و امداد یافتہ اسکولوں میں مقرران اساتذہ کی مکمل فہرست اکادمی کو فراہم کرانے کی زحمت کریں جہاں اردو اساتذہ کا تقرر بحیثیت اردو استاد ہوا ہے لیکن وہ دوسرے مضامین پڑھا رہے ہیں تاکہ اس خامی کے تدارک کے لئے مزید اقدام کئے جا سکیں۔

محبان اردو سے درخواست ہے کہ وہ اکاڈمی کو ایسے اسکولوں کا نام جہاں اردو کی تعلیم کے لئے استاد مقرر کیا گیا ہے وہاں کے استاد کا نام اور جو مضامین اردو کے علاوہ پڑھا رہے ہیں ان کی تفصیلات کی ایک نقل اکاڈمی کو بھی بھیجنے کی زحمت کریں۔

پتہ

UTTAR PRADESH URDU AKADEMY
21 R.K TANDON ROAD - QAISERBAGH
LUCKNOW - 226001

جلسہ یوم سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲ ربیع الاوّل بمطابق ۱ ر اکتوبر - بروز منگل

۱۲ ربیع الاوّل سیدنا حضرت نبی اکرم محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا مبارک دن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تمام روئے زمین میں توحید کا علم بلند ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو انسانیت اور اخلاق فاضلہ کا درس دیا۔ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان اس مبارک دن جلسوں کا انعقاد کریں اور اس عظیم المرتبت انسانیت کے محسن اعظم حضرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیّبہ اور پاکیزہ زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام پر تقاریر فرمائیں۔

سیکریٹریان تبلیغ۔ و مبلغین و معلّمین کرام سیرت النبی صلعم کے جلسوں کی رپورٹیں نظارت دعوت و تبلیغ میں بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

الرشاد نبوی
اَسْلِمْ تَسْلَمْ
اسلام لا۔ تو ہر خرابی، برائی اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔!
(محتاج دعا)
یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی (مہاراشٹر)

AZ
الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ
دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے
MOHAMMAD RAHMAT
PHONE. C/0393238/893518
SPECIALIST IN ALL KINDS OF TWO WHEELER MOTOR VEHICLES
45.B. PANDUMALI COMPOUND
DR. BHADKAMKAR MARG BOMBAY 400006

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز
الرّحیم
جیولرز
پروپرائٹر۔ سید شوکت علی اینڈ سنز
(پتہ)
خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری۔ نارتھ ناظم آباد کراچی - فون نمبر ۴۲۹۴۴۴

قادیان دارالامان میں مکان یا پلاٹ کی خرید و فروخت کے لئے خدمات حاصل کریں
احمدیہ پراپرٹی ڈیلرز
پروپرائٹر۔ نعیم احمد طاہر۔ احمدیہ چوک قادیان ۱۴۳۵۱۶
AHMAD. PROPERTY DEALERS
AHMADIYYA CHOWK QADIAN 143516

YUBA
QUALITY FOOT WEAR

الیس اللہ بکاف عبدہ
پیشکش
بانی پولیمرز کلکتہ ۷۰۰۰۲۴
ٹیلیفون نمبر ← ۵۲۰۶ — ۵۱۳۷ — ۲۵۲۸ - ۴۳

دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے

زدجام عشق ۱۰۰/- روپے
حبوب مفید اٹھرا ۲۵/- روپے
اکسیر اولاد نرینہ (کورس)
تریاق معدہ ۸/- ۱۵/-
روشن کاجل
حب جدوار ۲۰/-

ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گول بازار ربوہ (پاکستان)

ربوہ میں آپکے قدیمی احمدی جیولرز

محمود جیولرز

گول بازار۔ ربوہ (پاکستان)
فون ۶۸۱/۶۸۲

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
(درثمین)

AUTOWINGS,

آٹو ونگس

15 - SANTHOME HIGH ROAD.
MADRAS - 600004.
PHONE NO. 76360
74350

شریف جیولرز

اقصیٰ روڈ۔ ربوہ (پاکستان)
فون:- دکان: ۶۴۹ رہائش: ۸۴۱

پروپرائیٹرز:- حاجی شریف احمد حاجی حنیف احمد کامران

اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا
(سفارش کیا کرو، تم کو سفارش کا بھی اجر ملے گا)
(حدیث نبوی)

RABWAH WOOD INDUSTRIES,
SAW MILLS & FOREST CONTRACTORS.
DEALERS IN:- TIMBER TEAK, POLES, SIZES,
FIRE WOOD,
MANUFACTURERS OF:- WOODEN FURNITURE,
ELECTRICAL ACCESSORIES ETC.
P.O. VANIYAMBALAM. (KERALA)

قائم ہو پھر سے حکم محمدؐ جہان میں ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

رائچوری الیکٹرانکس (الیکٹرک کنٹریکٹر)

RAICHURI ELECTRICALS,
(ELECTRIC CONTRACTOR)
TARUN BHARAT CO-OP. HOUSE SOCIETY LTD.
PLOT NO. 6. GROUND FLOOR, OLD CHAKALA.
OPP. CIGARETTE HOUSE, ANDHERI (EAST)
PHONES } OFFICE:- 6348179 } BOMBAY - 400059.
RESI:- 6233389

کوئی میرا دشمن نہیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۷۔ اربعین نمبر ۱ صفحہ ۳۴۴)

طالبانِ دعا
محمد شفیق سہگل۔ محمد نعیم سہگل۔ محمد لقمان جہانگیر۔ مبشر احمد۔ ہارون احمد
پسران مکرم میاں محمد بشیر صاحب سہگل مرحوم۔ کلکتہ۔

بھارت کے ڈاکٹروں کے لئے خوش خبری!

جدید ہومیوپیتھی یعنی کیوریٹو سسٹم آف میڈیسن (CURATIVE SYSTEM OF MEDICINE) گزشتہ اکتیس ۳۱ سالوں سے ہومیوپیتھک ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر کی قیادت میں ہومیوپیتھ ڈاکٹروں کی ایک ٹیم کی ریسرچ کو چار سو سے زیادہ مجرب ادویات (SPECIFICS) کی صورت میں دُنیائے طب (MEDICAL WORLD) کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحبان کے علاوہ عام پڑھے لکھے لوگ بھی ان ادویات سے کیوریٹو لٹریچر کی مدد سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ جو بذریعہ ڈاک مفت منگوایا جاسکتا ہے۔ ادویات کی سپلائی کے لئے عالمی سطح پر سپلائی کا انتظام ہے۔

جدید کیوریٹو ہومیوپیتھک ادویات انسانی امراض کے علاوہ حیوانات اور پولٹری کی مرضوں کے لئے بھی تیار کی جاتی ہیں۔

کاروباری شرائط وغیرہ کے لئے رابطہ فرمائیں:۔

خاکسار:۔ سیلز منیجر کیوریٹو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔ فون:۔ ۷۷۱/۷۰۶/۷۰۶

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(الہام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پیشکش:۔ عبدالرحیم و عبدالرؤف۔ مالکان حمید ساری مارٹ۔ صالح پور۔ کٹک (اڑیسہ)

آٹو ٹریڈرز

۱۶۔ مینگو لین۔ کلکتہ۔ ۷۰۰۰۰۱

AUTOTRADERS,
16-MANGOE LANE
CALCUTTA - 700001
تار کا پتہ:۔ "AUTOCENTRE"

ہر قسم کی گاڑیوں، پٹرول اور ڈیزل کار۔ ٹرک۔ بس۔ جیپ اور ماروتی کے اصلی پرزہ جات کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔!!

ٹیلیفون نمبرز:۔ 5222-28 ۔۔ اور ۔۔ 1652-28

"ہماری اعلیٰ للذات ہمارے خدا میں ہیں۔"

(کشتی نوح)

NIR®

CALCUTTA-15.

پیش کرتے ہیں:۔

آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب ربڑ شیٹ، ہوائی چپل، نیز ربڑ، پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!